رسول اللہ کی

# صاحبزادیاں

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والو اور ستھرا کردے تمکو ایک ستھرائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

# صاحبزادیاں رض

یعنی حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہن کی مفصل سوانح جو امت کے لئے نصیحت آموز اور عبرت خیز ہیں

تالیف

حضرت مولانا محمد عاشق الہی بلند شہری

ناشر

مکتبہ رحیمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

قیمت ............

# عنوانات واشارات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل وکرم سے انسانوں کی ہدایت کے لیے ان ہی میں سے پیغمبر بھیجے تاکہ انسان ان سے زندگی گذارنے کا وہ طریقہ سیکھیں جو اللہ رب العزت کو پسند ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں وہی طرز اختیار کریں جو اللہ رب العزت نے ان کے پیغمبروں کے واسطے سے ان تک بھیجا۔ پیغمبر صرف قول سے بتانے والے نہیں ہوتے تھے بلکہ عمل کر کے دکھانے والے بھی ہوتے تھے اسی لیے جنات یا ملائکہ رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے کیونکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو کر کے دیکھانا انسان ہی کا کام ہے اس واسطے کر کے دکھانا اور عمل پر ڈالنا مقصود تھا۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عملی طور پر انسانی زندگی میں پیش آنے والے کاموں کی رہبری کی تاکہ امت ان کی پیروی کر سکے اور ان کے عمل کا اقتدا کر کے اللہ کو راضی کرنے میں کامیاب ہو۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے بعض حضرات نے صنعت و دستکاری بھی کی اور بعض حضرات نے انتظام سلطنت بھی سنبھالی ہے اکثر پیغمبروں کی زندگی سے قوموں کے عروج و زوال اور فتح و شکست کے رموز آشکارا ہوتے ہیں غرضکہ تمام وہ امور جو انسانوں کی زندگی میں پیش آیا کرتے ہیں ان کے بارے میں امتوں کو راہ ملتی رہی ہے بالخصوص سید الانبیاء والاصفیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

زندگی تو کتاب مبین کی طرح اس طریقہ پر محفوظ ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ پوشیدہ نہیں ہے سب کچھ عیاں اور ظاہر ہے ہر شخص کو آپکی زندگی سے سبق مل سکتا ہے

آپ سے قبل جتنے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے چونکہ ان کے بعد بھی پیغمبر آنے والے تھے اس لیے ان کے بعد ان کی تعلیمات کی حفاظت نہ کی گئی اور آپ چونکہ خاتم النبیینؐ بنا کر بھیجے گئے اس لئے تاقیامت آپکی تعلیمات دنیائے انسانیت کے لیے ضروری الاتباع اور واجب الامتثال ہیں اور آپ کی قولی اور عملی تعلیمات کلیۃ وجزئیۃ محفوظ ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازاروں میں تبلیغ بھی کی اور چیزوں کا بھاؤ بھی کیا۔ بعض مرتبہ اپنی کوئی چیز رہن بھی رکھی۔ بیوہ عورتوں سے بھی نکاح کیا اور کنواری عورت سے بھی۔ بیویوں کی پہلے شوہر سے جو اولاد تھی ان کی پرورش بھی کی۔ اپنے بچوں کو بھی پالا۔ بیٹیوں کی شادی بھی کی۔ ان سب امور میں امت کے لیے راہ عمل ہے۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، رفتار و گفتار، سونا، جاگنا، کھانا پینا وغیرہ وغیرہ سب کچھ معلوم و منقول ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی اور آپ کی ازواج مطہرات کے سوانح حیات احقر نے ایک کتاب؏ میں جمع کر دیے ہیں اب اس رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے حالات لکھ رہا ہوں اور مقصد ان دونوں کتابوں کے لکھنے سے یہ ہے کہ امت اس کتاب کو

؏ کتاب کا نام امت مسلمہ کی مائیں ہیں۔ قیمت ایک روپیہ ۵۰ پیسے مجلد

پڑھ کر زندگی کے بارے میں ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اتباع کر سکے اور اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانوں میں رہنے والی مقدس مستورات کے نقش حیات پر چلا سکے

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کا دین کے لیے تکلیفیں سہنا آخرت کا فکر مند ہونا، بھوک و پیاس پر صبر کرنا ذکر الٰہی میں مشغول رہنا، گھر کے کام کاج سے عار نہ کرنا اور دین سیکھنا اور اس کو پھیلانا۔ صدقہ وخیرات میں بے مثل ہونا، ہاتھ کی کمائی سے صدقہ کرنا۔ جہاد و غزوات میں شریک ہونا۔ مسلمان عورتوں کو ان امور میں ان مقدس خواتین کا اتباع کرنا چاہیے۔ جنہوں نے نبوت کے گھرانوں میں نبوت کی ہدایات کے مطابق زندگی گذار کر کامیابی حاصل کی رضی اللہ تعالیٰ عنہن

آج کی مسلمان کہلانے والی عورتیں دین سے جاہل اور آخرت سے غافل ہو گئی ہیں اور اپنی زندگی ان طریقوں پر گذارنے کو جن پر چل کر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویاں اور بیٹیاں بارگاہ خداوندی میں مقرب ہوئیں عار سمجھ کر کافر لیڈیوں اور مشرک عورتوں کے طور طریق کو پسند کرنے لگی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس پر سب محدثین اور مورخین متفق ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ نکاح کیے جن میں سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں ان کے علاوہ اور کسی بیوی سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی ان ہی کے بطن سے آپ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں تولد ہوئیں

اوران کے علاوہ آپ کی باندی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے جن کا اسم گرامی ابراہیم تھا، اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادوں میں سے کوئی بھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا سب نے بچپن ہی میں وفات پائی۔ البتہ آپ کی صاحبزادیاں بڑی ہوئیں اوران کی شادیاں بھی ہوئیں اور سب نے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ الاستیعاب میں لکھا ہے کہ

واجمعوا انہا ولدت له اربع بنات کلھن ادرکن الاسلام وھاجرن فھن زینب وفاطمۃ ورقیہ وام کلثوم رض

اس پر سب متفق ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں سب نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ ان کے اسمار گرامی یہ ہیں حضرت زینب حضرت فاطمہ حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن

اس میں بہت اختلاف ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے کتنے تھے؟ اوراس میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان سب نے بچپن ہی میں وفات پائی اوراس وقت عرب میں تاریخ کا خاص اہتمام نہ تھا اور صحابہ رضؓ جیسے جاں نثار بھی کثیر تعداد میں نہ تھے جو ہر بات کو پوری طرح محفوظ رکھتے۔ قتادہؒ کا قول ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ایک صاحبزادے کا نام قاسم تھا جو پاؤں چلنے لگے تھے۔ ان ہی کے نام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی دوسرے صاحبزادے کا نام عبداللہ تھا وہ بہت ہی چھٹپن میں وفات پا گئے۔ سیر وسوانح کے بڑے عالم زبیر بن وبکار کا قول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد اور ترتیب یوں ہے پہلے حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے وہ آپ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ ان کے بعد حضرت زینبؓ اور ان کے بعد حضرت عبداللہ کی ولادت ہوئی۔ ان ہی کا لقب حضرت طیبؓ اور طاہرؓ مشہور ہوا۔ ان کی پیدائش نبوت کے بعد ہوئی تھی ان کے بعد حضرت ام کلثوم اور ان کے بعد حضرت فاطمہؓ اور ان کے بعد حضرت رقیہ کی ولادت ہوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر مکہ ہی میں دونوں صاحبزادوں کی وفات ہوگئی۔ پہلے حضرت قاسمؓ کی اور ان کے بعد حضرت عبداللہؓ کی (الاستیعاب)

ان دونوں بزرگوں کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف دو صاحبزادے (حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تولد ہوئے۔ ان کے علاوہ تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں آپ کی لونڈی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے اس حساب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے ہوئے اور یہی اکثر علماء کی تحقیق ہے۔ بعض علماء نے طیبؓ اور طاہرؓ علیحدہ دو لڑکوں کے نام

بتاتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ کے یہ دونوں لقب نہ تھے بلکہ ان کے علاوہ دو علیحدہ صاحبزادے تھے اس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ صاحبزادے ہو جاتے ہیں اور بعض علماء کا یہ قول بھی ہے کہ طیبؓ اور طاہرؓ دونوں ایک ہی صاحبزادے کے نام تھے اور حضرت عبداللہ ان کے علاوہ تھے) اس حساب سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صاحبزادے ہوتے ہیں اور بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سات صاحبزادے تھے (۱) حضرت قاسمؓ (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت طیب (۴) حضرت مطیب (۵) حضرت طاہرؓ (۶) حضرت مطہر (۷) حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہی صاحبزادے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صاحبزادے بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ ان کے حالات منقول نہیں ہیں۔ اس لیے ہم نے اس رسالے میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے حالات جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ البتہ خاتمۃ الکتاب میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات جمع کر دیئے ہیں جو کتب احادیث و سیر میں ملتے ہیں اور جن کا معلوم ہونا مسلمانوں کے لیے باعث نصیحت و ہدایت ہوگا۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر کو اور احقر کے مشائخ اور والدین کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد فرما دیں۔ محمد عاشق الٰہی صفر ۱۳۸۷ھ

# حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاجزادی ہیں بلکہ بعض علماء نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی اولاد بتایا ہے اور حضرت قاسم کی ولادت ان کے بعد بتائی ہے ابن الکلبی کا یہی قول ہے اور علی بن عبدالعزیز الجرجانی نے حضرت قاسم کو بڑا اور حضرت زینب کو چھوٹا بتایا ہے ہاں اس پر سب متفق ہیں کہ صاجزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں

ان کی پیدائش ۳۰ میلادی نبوی میں ہوئی یعنی جس وقت وہ پیدا ہوئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ سال تھی (ذکرہ فی الاستیعاب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۴۰ سال کی عمر میں نبوت ملی تھی اس حساب سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی کے اولین دس برس نبوت سے پہلے گذرے اور تیرہ ۱۳ سال نبوت کے بعد جو مشرکین کی طرف سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال کو تکلیفیں پہنچیں ان سب میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی بہنیں شریک رہیں ۷ نبوی میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں مقید کردیا گیا اور وہاں تین برس تک قید رہے اور فاقوں پر فاقے گذرے۔ ان سب حالات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سب ہی شریک رہے۔

**نکاح** سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت ابوالعاص الربیع سے کر دیا تھا۔ ابوالعاص ان کی کنیت ہے۔ ان کا نام کسی نے لقیط اور کسی نے زبیر اور کسی نے ہشیم بتایا ہے (وقیل غیر ذلک) حضرت ابوالعاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے اس طرح وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔ مکہ میں ان کی پوزیشن مالداری اور تجارت وامانت میں اونچی تھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے سے پہلے بھی ان کو آپ سے گہرا تعلق تھا بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ انہوں نے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مواخات کرلی تھی یعنی آپ کو اپنا بھائی بنالیا تھا۔ (الاصابہ)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح مکہ میں ہوگیا تھا اس وقت تک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی زندہ تھیں۔ حضرت ابوالعاصؓ مکہ میں مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر مشرکین مکہ کے کہنے پر بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق نہیں دی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات پر تعریف فرمائی اور فرمایا کہ ابوالعاص نے بہترین دامادی کا ثبوت دیا ہے۔ پھر جب حضور اقدس

---

ـــہ صرح بن الملک فی الاستیعاب حیث فی ذکرا لقلادۃ کانت من مجـ
قد ادخلتها بها علی ابی العاص حین بنی علیها ۱۲ ـــہ الاستیعاب
ـــہ قال فی الاستیعاب واثنی علیہ بذالک خیر ۱۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو اپنی اہلیہ حضرت سودہ اور اپنی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن کو بلالیا لیکن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر کے پاس ہی رہیں۔

## ہجرت

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں اپنے شوہر کے پاس رہیں۔ حتیٰ کہ ان کو حالت شرک ہی میں چھوڑ کر ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ حضرت ابو العاص زمانہ کفر میں مشرکین مکہ کے ساتھ بدر کے موقع پر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے جنگ میں شریک ہوئے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور حضرت ابو العاص بن الربیع دیگر مشرکین کے ساتھ قید کر کے مدینہ لائے گئے ان کو حضرت عبید اللہ بن جبیر بن النعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے قید کیا تھا۔ بدر سے ہار کر جب مشرکین مکہ اپنے وطن پہنچے تو قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ رجان کا بدلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ہر ایک قیدی کے عزیزوں نے کچھ نہ کچھ بھیجا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کو چھڑانے کے لیے عمرو بن الربیع کو مال دے کر روانہ کیا (یہ حضرت ابو العاص کے بھائی تھے) اس مال میں ایک ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیا تھا اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ یاد آگئیں اور آپ پر بہت رقت طاری ہوئی اور جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم مناسب سمجھو تو زینب (رضی اللہ عنہا) کے قیدی کو یوں ہی چھوڑ دو

اور اس کا مال واپس کر دو۔ اشاروں پر جان دینے والے صحابہؓ نے بخوشی قبول کیا اور سب نے کہا جی ہم کو اسی طرح منظور ہے چنانچہ حضرت ابوالعاص چھوڑ دیئے گئے لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ شرط کر لی کہ زینب (رضی اللہ عنہا) کو مکہ جا کر مدینہ کے لیے روانہ کر دینا چنانچہ انہوں نے یہ شرط منظور کی اور پھر اس کو پورا کیا جس کی وجہ سے سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اور یہ فرمایا حدثنی فصدقنی ووعدنی نوفی لی (یعنی ابوالعاص نے مجھ سے گفتگو کی اور سچ سچ کہا اور مجھ سے وعدہ کیا جسے پورا کیا[۱]) چنانچہ حضرت ابوالعاص کے مکہ معظمہ پہنچ جانے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے شفیق دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ آ گئیں۔ لیکن ہجرت کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ دردناک واقعہ پیش آیا کہ جب وہ ہجرت کے ارادہ سے نکلیں تو ہبار بن الاسود اور اس کے ایک اور ساتھی نے انکو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ایک نے ان کو دھکا دیدیا جس کی وجہ سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں اور ایسی تکلیف پہنچی کہ حمل ساقط ہو گیا یہ تکلیف تادم آخر چلتی رہی اور یہی ان کی وفات کا سبب بنی۔ یہ استیعاب میں لکھا ہے اور اصابہ میں ہے کہ حضرت ابوالعاص نے ان کو مدینہ منورہ جانے کی اجازت دیدی اور ان کے روانہ ہونے سے قبل ہی شام کو روانہ ہو گئے جب وہ ہجرت کے لیے گھر سے نکلیں تو ہبار بن الاسود اور اس کے ساتھیوں نے

---

[۱] الاصابہ اسد الغابہ ۱۲

ان کو جانے سے روکا اور گھر میں واپس کر دیا۔ اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہمراہ لانے کے لیے مدینہ منورہ سے آدمی بھیجا جس کے ساتھ وہ مدینہ منورہ تشریف لے آئیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو تکلیف پہنچی اس کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی[1]

## حضرت ابوالعاص کا مسلمان ہونا

ہدایت اللہ کے قبضہ میں ہے
حضرت ابوالعاص کا واقعہ

کتنا عبرت خیز ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست خاص بھی ہیں اور داماد بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی گھر میں ہے مگر مسلمان نہیں ہوتے بیوی سے اس قدر محبت ہے کہ مشرکین مکہ کے زور دبنے پر طلاق نہیں دیتے۔ بدر میں قید ہوئے۔ بیوی کو مدینہ منورہ بھیج دیا مگر ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا۔ پھر جب اللہ رب العزت نے ہدایت دی تو بڑی خوشی سے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے جس کا واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ سے کچھ پہلے انہوں نے ایک قافلہ کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا۔ قریش کے بہت سے مال آدھے ساجھے پر تجارت کے لیے ساتھ لے گئے جب واپس ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دستہ جس کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما تھے آڑے آیا اور اس دستہ نے اس قافلہ کا مال چھین لیا اور کچھ لوگوں کو قید کر لیا حضرت

[1] مشکوٰۃ ۱۲

ابوالعاص قید میں نہ آئے بلکہ بھاگ کر مدینہ منورہ چلے گئے اور رات کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر پناہ مانگی۔ انہوں نے پناہ دے دی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے زور سے پکار کر کہا ایھا الناس انی اجرت ابا العاص بن الربیع (کہ اے لوگو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر سوال فرمایا کیا آپ حضرات نے سنا۔ زینبؓ نے کیا کہا؟ حاضرین نے کہا جی ہاں ہم نے سنا! اس منصف عادل صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر دو عالم قربان جس نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جواب سن کر فرمایا اما والذی نفسی بیدہ ما علمت بذالک حتی سمعتہ کما سمعتم (یعنی قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس وقت سے پہلے مجھے بھی پتہ نہیں تھا کہ ابوالعاص مدینہ میں ہیں اور ان کو زینبؓ نے پناہ دی ہے مجھے اس کا اسوقت علم ہوا ہے جبکہ تمہارے کان میں آواز پہنچی تھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ادنیٰ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے دے تو سب مسلمانوں کو اس کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

پھر یہ فرما کر آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان سے فرمایا کہ ابوالعاص کو اچھی طرح رکھنا اور میاں بیوی والے تعلق کو نہ ہونے دینا کیونکہ تم ان کے لیے حلال نہیں ہو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ اپنا مال لینے کے لیے آئے ہیں۔ یہ سن کر سید عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستہ کو جمع کیا جنہوں نے ان کا مال چھینا تھا اور فرمایا کہ اس شخص (ابو العاص) کا جو تعلق ہم سے ہے اس سے تو آپ لوگ واقف ہیں اور اس کا مال تم لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہے جو تمہارے لیے اللہ کی طرف سے عنایت ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اس کے ساتھ احسان کریں اور جو مال اس کا لے لیا ہے واپس کر دیں، لیکن اگر تم ایسا نہ کرو تو میں مجبور نہیں کر سکتا، اس مال کے تم ہی حقدار ہو۔

یہ سن کر سب نے عرض کیا کہ ان کا مال واپس کر دیتے ہیں چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا اور سارا مال جو لیا تھا ان کو دیدیا۔ اس مال کو لے کر وہ مکہ معظمہ پہنچے اور جس جس کا جو حق ان پر چاہتا تھا سب ادا کر دیا اور اس کے بعد کلمۂ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ سچے دل سے پڑھا اور مکہ والوں سے کہا (میں نے یہاں پہنچنے کی کوشش اسلیے کی اور) مدینہ کے بجائے یہاں کلمۂ اسلام اس لیے پڑھا کہ اگر وہیں اسلام قبول کر لیتا تو تم لوگ یہ سمجھتے کہ ہمارے مال مارنے کے لیے مسلمان ہو گیا ہے اب جبکہ میں نے تمہارے تمام حقوق ادا کر دیئے ہیں تو کلمہ اسلام پڑھ لیا۔ اس کے بعد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے دوبارہ ان کا نکاح فرمادیا[1]

چھ سال کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو العاص

---

[1] اسد الغابہ ۱۲ ع ہ دلیل ردھا الیہ بالنکاح الاول واختلف الروایات فی ذالک ۱۲

رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دوبارہ آئیں اور ان ہی کے نکاح میں وفات پائی۔[1]
حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے ذی الحجہ ۱۲ھ میں وفات پائی رضی اللہ وارضاہا۔[2]

**اولاد**

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی تولد ہوئے۔ صاحبزادی کا نام امامہ تھا اور صاحبزادہ کا نام علی تھا۔ فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر جو علی سوار تھے وہ یہی علی بن ابی العاص ہیں۔ انہوں نے سن بلوغ کے قریب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی میں وفات پائی۔ ان کی بہن حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس کہیں سے ایک ہار آگیا تھا، اسکے متعلق آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے گھر والوں میں سے اسکو دوں گا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، یہ ارشاد سنکر عورتوں نے سمجھ لیا کہ بس ابوبکر کی بیٹی عائشہ رض ہی کو ملے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گلے میں ڈال دیا۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بھانجی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا تھا ان کو اس کی وصیت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت نوفل بن مغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ ان سے ایک صاحبزادہ یحییٰ نامی کی ولادت ہوئی لیکن بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ

---

[1] اسد الغابہ ۱۲ [2] الاصابہ [3] الاصابہ ۱۲

نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں ان کے بطن مبارک سے
کوئی اولاد ہوئی نہ حضرت نوفل رضی اللہ عنہ کے نکاح میں[1]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل شریف صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی
اللہ عنہا سے چلی اور کسی صاحبزادی سے آپ کی نسل نہیں بڑھی (قال فی
الاصابہ وانقطع نسل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامن فاطمہ رض ۱۲[2]

**وفات**

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ھ میں وفات پائی۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اس وقت
آپ کے چہرے پر رنج وغم کے آثار موجود تھے۔ جب آپ قبر کے اوپر
تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھے زینب کے ضعف کا خیال آگیا میں نے
اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قبر کی تنگی اور اس کی گھٹن سے زینب کو محفوظ
فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرما کر آسانی فرمادی[3] رضی اللہ
تعالیٰ عنہا وارضاہا

---

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں[4]

---

[1] اسد الغابہ ۱۲ [2] الاصابہ ج۴ [3] اسد الغابہ ۱۲ [4] یعنی فرشتے ۱۲

# حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب صاحبزادیوں میں بڑی تھیں۔ انکے بعد حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ ان دونوں میں آپسمیں کونسی بڑی تھیں اسمیں سیرت لکھنے والوں کا اختلاف ہے۔ بہر حال یہ دونوں بہنیں اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی تھیں۔

ان دونوں بہنوں کا نکاح ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کر دیا تھا حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عتبہ سے اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا۔ ابھی صرف نکاح ہی ہوا تھا رخصت نہ ہونے پائی تھیں کہ قرآن مجید کی سورت تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی جسمیں ابولہب اور اسکی بیوی (ام جمیل) کی مذمت (برائی) کی گئی ہے اور انکے دوزخ میں جانے سے مطلع کیا گیا ہے جب یہ سورت نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دیدو ورنہ تم سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل نے بھی بیٹوں سے کہا کہ یہ دونوں لڑکیاں (یعنی حضرت محمد رسول اللہ تعالیٰ اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں) بددین ہوگئی ہیں لہٰذا انکو طلاق دیدو چنانچہ دونوں لڑکوں نے ماں باپ کے کہنے پر عمل کیا اور طلاق دے دی۔[۱]

[۱] اسد الغابہ ۲

## حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح عتبہ سے کر دیا تو اسکی خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لگی وہ اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس خبر سے ان کو بڑا ملال ہوا اور یہ حسرت ہوئی کہ کاش میرا نکاح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی رقیہؓ سے ہو جاتا۔ یہ سوچتے ہوئے اپنی خالہ حضرت سعدی رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور ان سے تذکرہ کیا خالہ صاحبہ نے ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ وہاں سے چل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُنسے اپنی خالہ کی باتیں عرض کیں جو انہوں نے اسلام کی ترغیب دیتے ہوئے کہی تھیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی باتوں کو سراہتے ہوئے خود بھی دعوت اسلام پیش کی اور فرمایا۔

| | |
|---|---|
| ویحك یا عثمان انك لرجل حازم | افسوس اے عثمان! اب تک دعوت حق |
| ایخفی علیك الحق من الباطل | تم نے قبول نہیں کی تم تو ہوشیار اور |
| هذه الاوثان التی یعبدها | سمجھدار آدمی ہو۔ حق اور باطل کو پہچان |
| قومك الیست حجارة صما لاتسمع | سکتے ہو۔ یہ بت جن کو تمہاری قوم پوجتی |
| ولا تبصر ولا تضر ولا تنفع | ہے کیا گونگے پتھر نہیں ہیں جو نہ سنتے ہیں |
| | نہ دیکھتے ہیں، نہ نفع ضرر پہنچا سکتے ہیں |

یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بیشک آپ نے سچ کہا یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیے تشریف لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے

اسلام قبول کرلیا۔

ان ہی دنوں میں ابولہب کے بیٹوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاجزادیوں کو طلاق دیدی تھی۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا[1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم سے بڑی تھیں کیونکہ جب دونوں کو ایک ساتھ طلاق ہوئی تو عقل کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے بڑی دختر کی شادی کی ہوگی[2] (واللہ تعالیٰ اعلم)

**ہجرت حبشہ** جوں جوں مسلمان بڑھتے جارہے تھے اور اسلام کے حلقہ بگوشوں کے جتھے میں اضافہ ہوتا جاتا تھا مشرکین مکہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی تدبیریں کرتے جارہے تھے۔ ان ظالموں نے خدائے وحدہٗ لاشریک کے پرستاروں کو اس قدر ستایا کہ اپنے دین کی اور جان کی حفاظت کے لیے اپنے مالوف وطن کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور ایک جماعت حبشہ کو ترک وطن کرکے چلی گئی۔ ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ بنت سید البشر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حبشہ کو روانہ ہوئے تو کئی روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خیر خبر نہ ملی۔ آپ اس فکر میں مکہ معظمہ سے باہر جاکر مسافروں سے معلوم فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک عورت نے کہا کہ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ اس کا جواب سن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ انکا

[1] اصابہ ۱۲ [2] استیعاب، اسد الغابہ ۱۲

ساتھی ہے۔ بیشک لوط علیہ السلام کے بعد عثمانؓ سب سے پہلا مہاجر ہے جس نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی ہےؔ۔

## حبشہ کو دوبارہ ہجرت

ان دونوں حضرات کے ساتھ چند مسلمان مرد عورت اور بھی تھے۔ جب یہ حضرات حبشہ پہنچ گئے تو وہاں یہ خبر ملی کہ مکہ والے مسلمان ہو گئے ہیں اور اسلام کو غلبہ ہو گیا ہے۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن کو واپس لوٹے لیکن مکہ معظمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے اور پہلے سے بھی زیادہ تکلیفیں مسلمانوں کو دی جا رہی ہیں۔ یہ سنکر بہت قلق ہوا۔ پھر ان میں سے بعض حضرات وہیں سے حبشہ کو واپس ہو گئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔ اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جو ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں بتلائی جاتی ہیں متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔ بعض صحابہؓ نے دونوں ہجرتیں حبشہ کو کیں اور بعض نے صرف ایک۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ساتھ دونوں مرتبہ حبشہ کو ہجرت کی تھی قال فی اسد الغابۃ وھاجرا کلاھما الی ارض الحبشۃ الھجرتین ثم الیٰ مکۃ وھاجر الی المدینۃ۔

## مدینہ منورہ کو ہجرت

دوسری مرتبہ دونوں حضرات (حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تھے۔ پھر وہاں سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے

ؔ اسد الغابہ ۱۲

اور اس کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی قال فی الحافظ فی الاصابۃ والذی علیہ اھل السیر ان عثمان رجع الی مکۃ من الحبشۃ مع من رجع ثم ھاجر باھلہ الی المدینۃ۔

**اولاد** حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے صرف ایک صاجزادہ تولد ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس صاجزادہ کی ولادت حبشہ میں ہوئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک صاجزادہ کا نام اسلام سے پہلے عبداللہ تھا۔ اس کی وجہ سے ابوعبداللہ کنیت تھی پھر جب رقیہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے صاجزادہ تولد ہوا تو اس کا نام بھی عبداللہ تجویز کیا اور اپنی کنیت ابوعبداللہ باقی رکھی[1]۔

اس صاجزادہ نے چھ برس کی عمر پائی اور جمادی الاولیٰ سنہ ۴ھ میں وفات پائی۔ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ وفات کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرغ نے انکی آنکھ میں ٹھونگ ماردی جس کی وجہ چہرہ پر ورم آگیا مرض نے ترقی کی حتی کہ راہی ملک بقا ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی[3]۔

**وفات** حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنہ ۲ھ میں وفات پائی یہ غزوۂ بدر کا زمانہ تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ بدر

---

[1] استیعاب ۲ [2] اسد الغابہ ۱۲ [3] الاصابہ ۱۲

کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں ان کی تیمارداری کے لیے آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر روانہ ہوئے اور چونکہ آپ کے ارشاد سے انہوں نے غزوۂ بدر کی شرکت سے محرومی منظور کی تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اس مبارک غزوہ میں شریک ہی مانا اور اور مال غنیمت میں ان کا حصہ بھی لگایا۔

جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ پہنچے اسی روز حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی ابھی ان کو دفن کر ہی رہے تھے کہ اللہ اکبر کی آواز آئی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ تکبیر کیسی ہے؟ لوگوں نے توجہ سے دیکھا تو نظر آیا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہیں اور معرکہ بدر سے مشرکین کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر آئے ہیں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسم مبارک پر سوزش والے آبلے اور زخم پڑ گئے تھے اسی مرض میں وفات پائی[1]

سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ بدر کی شرکت اور مشغولیت کی وجہ سے ان کے دفن میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] اسد الغابہ ۱۲

# حضرت اُمِّ کلثُوم رضی اللہ عنہا

حضرت سید عالم صلی تعالی علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کا عتیبہ بن ابی لہب سے نکاح ہوا تھا ابھی رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ ماں باپ کے کہنے سے شوہر نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو طلاق دے دیا۔ (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے)۔

حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ایک ساتھ طلاق ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اس کے بعد کسی سے نہیں کیا حتیٰ کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بھی نکاح فرما دیا۔ یہ نکاح مدینہ منورہ میں ہوا۔

## ہجرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی تو اپنے گھر والوں کو مکہ معظمہ ہی میں چھوڑ گئے تھے اور آپ کے رفیق خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا پھر مدینہ منورہ پہنچکر دونوں حضرات نے آدمی بھیجکر اپنے اپنے کنبہ کو بلوا لیا۔ ان میں حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی تھیں [۱]

---

[۱] الاستیعاب ۱۲

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات

## حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقد

کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کسی جگہ اپنا عقد کرنا تھا اور اسی زمانہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئی تھیں جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں ان کے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ان کے میدان جہاد میں زخم آگیا۔ اسی کے اثر سے وفات پائی۔ لہذا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فکر مند تھے انہوں نے اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا۔ اور ان سے کہا کہ میری لڑکی سے تم نکاح کر لو وہ خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ عمرؓ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمانؓ سے کرنا چاہا اور وہ خاموش ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کیا عثمان کے لیے ایسی عورت نہ بتا دوں جو ان کے لیے حفصہؓ سے بہتر ہے اور فرمایا حفصہؓ کے لیے ایسا شوہر نہ بتا دوں جو ان کے لیے عثمانؓ سے بہتر ہے۔ یہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ [1]

[1] الاستیعاب ۱۲

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی وفات ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھا کہ غمگین اور رنجیدہ ہیں۔ آپ نے سوال فرمایا کہ میں تم کو رنجیدہ کیوں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مجھ سے زیادہ کسی کو مصیبت پہنچی ہو گی؟ اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی صاحبزادی جو میرے نکاح میں تھی اس کی وفات ہوگئی جس سے میری کمر ٹوٹ گئی اور میرا جو آپ سے رشتہ دامادی تھا وہ باہمی نہیں رہا یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمانؓ لو یہ جبریلؑ آئے ہیں اور اللہ کی طرف سے مجھ کو حکم دے رہے ہیں کہ تم سے تمہاری متوفی بیوی کی بہن امّ کلثومؓ کا اسی مہر پر نکاح کر دوں جو تمہاری بیوی کا تھا اور تم اس کو اس طرح رکھو جس طرح خوشگواری کے ساتھ اس کی بہن کو رکھتے تھے۔ یہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت امِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کر دیا۔ یہ نکاح ربیع الاول ۳ھ میں ہوا اور رخصتی جمادی الثانیہ ۳ھ میں ہوئی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے چھ برس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں رہ کر ملک بقا کا سفر کیا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی[1]

---

[1] اسد الغابہ ۱۲

**وفات** حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۹ھ ماہ شعبان میں وفات پائی۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسمار بنت عمیسؓ اور بعض دوسری صحابیاتؓ نے ان کو غسل دیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔[۱]

حضرت لیلیٰ بنت قانف فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں میں سے تھی جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو غسل دیا غسل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفن لے کر ان کو ہم نے کفن دیا۔ کفن کے کپڑے آپ کے پاس تھے۔ آپ دروازہ کے پاس سے ہم کو دیتے رہے۔

دفن کے لیے جب جنازہ قبر کے قریب لایا گیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات (کسی عورت سے) مباشرت نہ کی ہو؟

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ایسا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم قبر میں اتر جاؤ۔ چنانچہ وہ قبر میں اترے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے اس وقت آنسو جاری تھے[۲] حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ قبر میں اتارنے

---

[۱] اسد الغابہ والاصابہ ۱۲ [۲] جمع الفوائد ۱۲ [۳] مشکوۃ عن البخاری ۱۲

ہیں حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم بھی شریک تھے

حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری تیسری لڑکی (بے بیاہی) ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کر دیتا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (اس موقعہ پر) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری ۴۰ لڑکیاں رہی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمانؓ سے نکاح کرتا جاتا حتیٰ کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا وارضاہا۔

---

دو شعر

جو بات کہو صاف ہو ستھری ہو بھلی ہو
کڑوی نہ ہو کھٹی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو

---

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

---

[1] اسد الغابہ ۱۲

# عُتبہ اور عُتیبہ کا انجام

ابولہب بدبخت کے ایک لڑکے کا نام عتبہ اور دوسرے کا نام عتیبہ اور
تیسرے کا معتب تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کا اور عتیبہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا تھا پھر
جب ان کے والدین نے ان سے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لڑکیوں
کو طلاق دیدو تو دونوں نے طلاق دیدی لیکن فرق یہ ہوا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے شوہر نے تو صرف طلاق ہی دی اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے شوہر نے طلاق بھی دی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آکر آپ کی گستاخی اور بے ادبی بھی کی اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے
نکالے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بددعا دی اور بارگاہ الٰہی میں
عرض کیا کہ اے اللہ اپنے پھاڑنے والے جانوروں میں سے ایک جانور[1] کو اس پر مسلط
فرما۔ اس وقت ابوطالب بھی وہاں موجود تھے۔ وہ باوجود مسلمان نہ ہونے
کے یہ بددعا سنکر سہم گئے اور اس لڑکے سے کہا کہ اس بددعا سے تجھے خلاصی نہیں
اس کے بعد ایک موقعہ پر ابولہب ایک قافلہ کے ساتھ شام کے سفر میں روانہ
ہوا اسکے ساتھ یہ لڑکا بھی تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا لے چکا تھا
ابولہب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی دشمنی اور عداوت تھی۔ مگر

---

[1] قال فی القاموس الکلب کل سبع عقور و غلب علی ہذا النابح ۱۲

یہ ضرور سمجھا تھا کہ ان کی بددعا ضرور لگ کر رہے گی۔ اس لیے اس نے قافلہ والوں سے کہا کہ مجھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بددعا کا فکر ہے سب لوگ ہماری خبر رکھیں چلتے چلتے ایک منزل پر پہنچے۔ وہاں درندے بہت تھے لہٰذا حفاظتی تدبیر کے طور پر یہ کیا کہ تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کر کے ایک ٹیلہ سا بنا دیا اور پھر اس کے اوپر عتیبہ کو سلا دیا اور باقی تمام آدمی اس کے چاروں طرف سو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو کون بدل سکتا ہے؟ تدبیر ناکام ہوئی اور رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے اور سب کو چھوڑتا چلا گیا پھر اس زور سے زقند لگائی کہ سامان کے ٹیلہ پر جہاں عتیبہ سو رہا تھا پہنچ گیا اور پہنچتے ہی اسکا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس نے ایک آواز بھی دی مگر ساتھ ہی ختم ہو چکا تھا نہ کوئی مدد کر سکا نہ مدد کا فائدہ ہو سکتا تھا ولم تکن لہ فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان منتصرا

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا شوہر مسلمان ہو گیا تھا اور یہ واقعہ دوسرے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ (جس سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا تھا) بہر حال حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہروں میں سے ایک مسلمان ہوئے اور دوسرے کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔

جمع الفوائد میں اس (شیر والے) واقعہ کو عتیبہ کے متعلق لکھا ہے اور اسی کو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا شوہر بتایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شام کو جاتے ہوئے جب اس قافلہ نے مقام زرقاء میں منزل کی تو ایک شیر آکر ان کے گرد پھرنے لگا اسکو دیکھ کر عتیبہ

نے کہا کہ ہائے ہائے یہ تو مجھ کو کھا کے چھوڑے گا جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بددعا دی تھی"! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے بیٹھے مجھے یہاں قتل کر دیا۔ اسکے بعد وہ شیر چلا گیا اور جب سو گئے تو دوبارہ آ کر اس کو قتل کر دیا

دلائل النبوت میں اس واقعہ کو درج کیا ہے مگر مقتول کا نام عتیبہ بتایا ہے سلسلۂ بیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ قافلہ شام میں داخل ہو گیا تو ایک شیر زور سے بولا۔ اس کی آواز سن کر اس لڑکے کا جسم تھر تھرانے لگا۔ لوگوں نے کہا تو کیوں کانپتا ہے جو ہمارا حال وہی تیرا حال اسقدر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے بددعا دی تھی، خدا کی قسم آسمان کے نیچے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سچا کوئی نہیں، اس کے بعد رات کا کھانا کھانے کیلئے بیٹھے تو ڈر کی وجہ سے اس لڑکے کا ہاتھ کھانے تک نہ گیا پھر سونے کا وقت آیا تو سب قافلہ والے اسکو گھیر کر اپنے درمیان میں کر کے سو گئے اور شیر بہت معمولی آواز سے بھنبھناتا ہوا آیا اور ایک ایک کو سونگھتا رہا حتیٰ کہ اس لڑکے تک پہنچ گیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ آخری سانس لیتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے زیادہ سچے ہیں۔ یہ کہہ کر مر گیا ابولہب نے بھی کہا کہ میں پہلے سمجھ چکا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بددعا سے اس لڑکے کو چھٹکارا نہیں [1]

لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عتیبہ کے ساتھ پیش آیا کیونکہ عتبہ کے متعلق اصابہ، استیعاب اور اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ وہ مسلمان

[1] دلائل النبوت ص ۱۶۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۲

ہو گئے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اصابہ میں لکھتے ہیں کہ

جب آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فتح کے موقع پر مکہ معظمہ تشریف لائے تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی (ابولہب) کے بیٹے عتبہ اور معتب کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دونوں مکہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں! آپ نے فرمایا ان کو لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالے عنہ ان کو عرفات سے جا کر لے آئے۔ وہ دونوں جلدی کے ساتھ آ گئے اور اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے چچا کے ان دونوں لڑکوں کو اپنے رب سے مانگ لیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ عتبہ مکہ ہی میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر یہ دونوں بھائی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔[1]

کتنی بڑی شقاوت اور بدبختی ہے کہ ابولہب اور خود اس کا لڑکا جان رہے ہیں اور دل سے مان رہے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ بددعا ضرور لگے گی اور خداوند عالم کی طرف سے ضرور عذاب دیا جائے گا مگر پھر بھی وہ دین حق قبول کرنے اور کلمۂ اسلام پڑھنے کو تیار نہیں جب دل میں ہٹ اور ضد بیٹھ جاتی ہے تو اچھا خاصا سمجھدار انسان باطل پر جم جاتا ہے اور عقل کی رہنمائی کو قبول کرنے کے بجائے نفس کا شکار بن کر اللہ رب العزت کی ناراضگی کی طرف چلا جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من شرور الانفس وتسویل الشیطٰن آمین یارب العالمین۔

[1] مثلہ فی الاستیعاب واسد الغابہ ۱۲

# حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ پیاری تھیں۔ بعض علماء نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں عمر میں سب سے چھوٹی بتایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ جواب میں فرمایا فاطمہ! سائل نے دوبارہ دریافت کیا کہ مردوں میں کون زیادہ محبوب تھا؟ جواب میں فرمایا کہ فاطمہ کا شوہر[1]!

صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے اکتالیسویں سال ہوئی۔ مدائنی فرماتے ہیں کہ ان کی ولادت اس وقت ہوئی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۵ سال تھی اور اس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ مشغول تھے

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زمانہ پیدائش کے بالکل ہی قریب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ کی طرف سے نبوت عطا کر دی گئی۔ نبوت کا ملنا کیا تھا کہ تمام قریش کا دشمن بن جانا تھا۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت کی جانب سے تبلیغ کا حکم ہوا اور

[1] الاستیعاب ۱۲

آپؐ نے بامر الٰہی تبلیغ شروع کر دی تو قریش مکہ آپ کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح سے آپ کو ستانے لگے۔ آپ کی تکلیف سے آپؐ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی اولاد سب ہی کو تکلیف پہنچتی اور دکھ ہوتا تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی کم عمری میں ان تکلیفوں کو سہتی تھیں ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کے قریب نماز کی نیت باندھ لی وہیں قریش اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان میں سے ایک بد نصیب[ع] نے حاضرین مجلس سے کہا کہ بولو تم میں سے کون اس کام کو کر سکتا ہے کہ فلاں خاندان نے جو اونٹ ذبح کیا ہے اس کی اوجھڑی اور خون لے آوے اور پھر جب یہ سجدہ میں جاویں تو ان کے کاندھوں کے درمیان رکھ دیوے۔ یہ سن کر ایک شقی اٹھا جو اس وقت کے حاضرین میں سب سے زیادہ بدبخت تھا اس نے یہ سب گندی چیزیں لا کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدہ ہی میں رہ گئے۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر ان لوگوں نے بیخود ہو کر ہنسنا شروع کیا اور اس قدر ہنسے کہ ہنسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

کسی نے یہ ماجرا دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جا کر خبر دی (اس وقت وہ نو عمر تھیں) خبر پا کر دوڑی چلی آئیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کاندھوں سے اٹھا کر وہ گندگی پھینک دی اور ان لوگوں کو برا کہنے لگیں۔ پھر جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے آپ نے

ع هو ابو جهل كما في جمع الفوائد ١٢ ه في جمع الفوائد فجائت وهي جويرية ١٢

تین مرتبہ بددعا فرمائی۔ آپ کی عادت تھی کہ جب دعا فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے تھے اور جب اللہ سے سوال کرتے تھے تو تین مرتبہ سوال کرتے تھے۔ آپ نے اول تو قریش کے لیے بددعا کی اللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ (اے اللہ تو قریش کو سزا دے) اور اس کے بعد قریش کے سرغنوں کے نام لے کر ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ بددعا فرمائی[1]

الغرض حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن دین کے لیے تکلیفیں سہنے میں گذرا حتیٰ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایذاؤں سے بچنے کے لیے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔

**ہجرت**

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رفیق سفر بنا کر ہجرت کی تھی اور آپ اپنے تمام کنبہ کو مکہ معظمہ ہی میں چھوڑ گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کا پورا اتباع کیا اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو ہم (دونوں بیویوں حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو اور اپنی صاحبزادیوں کو مکہ ہی میں چھوڑ گئے اور مدینہ منورہ پہنچکر جب آپ مقیم ہو گئے تو زیدؓ بن حارثہ اور ابو رافعؓ کو دو اونٹ اور پانچسو درم دیکر مکہ بھیجا تاکہ ہم سب کو مدینہ منورہ لے جائیں اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس مقصد سے دو یا تین اونٹ دیکر آدمی بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ

---

[1] مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم ۱۲

کو لکھدیا کہ سارے کنبہ کو لے آؤ۔ چنانچہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سب گھر والوں نے ایک ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کی اس قافلہ میں حضرت فاطمہ اور انکی بہن حضرت ام کلثومؓ اور ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر حضرات تھے۔

جس وقت یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے آس پاس اپنے اہل وعیال کے لیے حجرے بنوا رہے تھے۔ ان ہی میں آپ نے اپنی صاحبزادیوں اور ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو ٹھہرا دیا۔

**شادی** ہجرت کے بعد ۲ھ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۵ سال ۵ ماہ تھی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی کی عمر ۲۱ سال ۵ ماہ تھی (الاستیعاب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام دیا کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح فرما دیں۔ لیکن آپ نے اعراض فرمایا پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی پیغام دیا۔ لیکن آپ نے ان کے پیغام سے بھی اعراض فرمایا جبکہ ان دونوں اکابر کو معلوم ہو گیا کہ آپ ہمارے نکاح میں نہ دیں گے تو دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رائے دی کہ تم اپنے لیے پیغام دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے انہیں حضرات کی طرف متوجہ کیا جس سے میں غافل تھا۔ ان کے توجہ دلانے

سے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور پیغام نکاح دے دیا۔[1]

مسند امام احمدؒ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ خود ان کی زبانی نقل کیا ہے کہ جب میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بارے میں اپنے نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے پھر یہ کام کیوں کر انجام پائے گا؟ لیکن اس کے بعد ہی معاً دل میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور نوازش کا خیال آگیا اور سوچ لیا کہ آپ خود ہی کچھ انتظام فرما دیں گے، لہٰذا میں نے حاضر خدمت ہو کر پیغام نکاح دیدیا۔ آپ نے سوال فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں! فرمایا وہ زرہ کہاں گئی جو میں نے تم کو فلاں روز دی تھی! میں نے عرض کیا جی ہاں وہ تو ہے! فرمایا اس کو (مہر میں) دیدو۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں نے اپنا پیغام دیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ کچھ تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا میرا گھوڑا اور زرہ ہے فرمایا تمہارے پاس گھوڑے کا ہونا جہاد کے لیے ضروری ہے لیکن ایسا کرو کہ زرہ کو فروخت کر دو۔ چنانچہ میں نے وہ زرہ چار سو اسی ۴۸۰ درہم میں فروخت[2] کر کے رقم آپ کی خدمت میں حاضر

[1] زرقانی علی المواہب ۱۲ [2] خریدنے والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے خرید کر واپس کردی (زرہ) اور رقم دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ اور رقم دونوں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیں تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بڑی دعائیں دیں ۱۲ زرقانی ۱۲

کر دی اور آپ کی مبارک گود میں ڈال دی۔ آپ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر بلال رضی کو دی اور فرمایا کہ اے بلال جاؤ اس کی خوشبو عہ ہمارے لیے خرید کر لاؤ اور ساتھ ہی ساتھ جہیز تیار کرنے کا حکم دیا چنانچہ ایک چارپائی اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی تیار کیا گیا (رخصتی کے روز) عشاء کی نماز سے قبل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ سید السادات حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجدیں، پھر نماز کے بعد خود ان کے یہاں تشریف لے گئے اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ پانی لاؤ چنانچہ وہ ایک پیالہ میں پانی لے کر آئیں۔ آپ نے اس پانی سے اس پانی میں کلی کی اور پھر اس پانی سے ان کے سینہ پر اور سر پر چھینٹے دیے اور بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔

| | |
|---|---|
| اللھم انی اعیذھا بك وذریتھا | اے اللہ میں اسکو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود |
| من الشیطان الرجیم | کی شرارت سے محفوظ رکھنے کیلئے آپکی پناہ میں دیتا ہوں |

اس کے بعد ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان اس پانی کے چھینٹے دیئے پھر علی رضی اللہ عنہ سے بھی پانی منگایا اس میں کلی کر کے انکے سر اور سینہ اور دونوں کاندھوں کے درمیان ڈیئے اور وہی دعا دی جو لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی تھی۔ اس کے بعد یہ فرما کر واپس تشریف

عہ ایک اور روایت میں ہے کہ اس رقم میں سے دو تہائی خوشبو میں اور ایک تہائی کپڑوں میں خرچ کرنے کے متعلق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا زرقانی ۱۲

رہے آئے کہ بسم اللہ والبرکۃ اپنی اہلیہ کے ساتھ رہو سہو۔[۱]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کی تفصیل نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور عبدالرحمنؓ اور چند انصارؓ کو بلا لاؤ چنانچہ میں بلا لایا۔

جب یہ حضرات حاضر ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ علیؓ سے فاطمہؓ کا نکاح کر دوں، تم لوگ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے علیؓ سے فاطمہؓ کا نکاح چار سو مثقال چاندی مہر میں مقرر کر کے کر دیا۔ اگر علیؓ اس پر راضی ہوں۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبق میں خشک کھجوریں (یعنی چھوارے) منگائے اور حاضرین سے فرمایا کہ جس کے ہاتھ چھوارے پڑیں لے لیوے چنانچہ حاضرین نے ایسا ہی کیا۔ پھر اسی وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے۔ ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ بیشک

---

[۱] پہلے گذرا ہے کہ چار سو اسی درہم میں زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت مہر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کر دی اور یہاں ۴۰۰ مثقال چاندی کا ذکر ہے۔ دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ ۴۰۰ مثقال چاندی کے وزن کے چار سو اسی درہم بنائے ہوئے ہوں (باقی صفحہ ۴۰)

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ تم سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چار سو مثقال چاندی مہر مقرر کر کے کر دوں، کیا تم اس پر راضی ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہیں راضی ہوں یا رسول اللہ!

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رضامندی ظاہر کر دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دیتے ہوئے فرمایا

| | |
|---|---|
| جمع الله بینکما واعز جدکما | اللہ تم میں جوڑ رکھے اور تمہارا نصیبہ اچھا |
| وبارك علیکما واخرج منکما | کرے اور تم پر برکت دے اور تم سے بہت |
| کثیرا طیبا [1] | اور پاکیزہ اولاد ظاہر فرما دے۔ |

اصابہ میں لکھا ہے تزوج علی فاطمۃ فی رجب سنۃ مقدمہ المدینۃ وبنی بھا مرجعہ من بدر ولھا یومئذ ثمان عشرۃ سنۃ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ماہ رجب میں نکاح کیا جب کہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تھے اور رخصتی غزوہ بدر سے واپس ہونے پر ہوئی۔ اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور رخصتی ایک ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ کا) موجودہ سکہ کے اعتبار سے کسی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ایک سو ستائیس روپے اور کسی نے ایک سو پچاس روپے بتایا ہے۔ لہٰذا احتیاط یہی ہے کہ جب مہر فاطمیؓ مقرر کریں تو موجودہ رائج الوقت سکہ کے اعتبار سے روپیہ کی تعداد بھی مقرر کر دیں ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ [1] استیعاب میں ہے کہ ان کی عمر شریف اس وقت ۱۵ سال ۵ ماہ تھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اس اختلاف روایت سے مقصد میں کوئی فرق نہیں پڑتا ۱۲ [1] مواہب لدنیہ ۱۲

ساتھ نہ ہوئی تھی۔

**جہیز** الاصابہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک بچھونا اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور دو چکیاں اور دو مشکیزے عنایت فرمائے[1]۔ ایک روایت میں چار تکیے آئے ہیں اور ایک روایت میں چارپائی کا بھی ذکر ہے[2]۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی رخصتی رات کو ہوئی انکا بستر مینڈھے کی کھال کا تھا[3]۔ ممکن ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کا بستر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بھی جہیز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا ہو۔

**ولیمہ** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے روز اپنا ولیمہ کیا جس میں سادگی کے ساتھ جو میسر آیا کھلا دیا۔ ولیمہ میں جو (کی روٹی) کھجوریں، حریرہ، پنیر، مینڈھے کا گوشت تھا[4]۔

**کام کی تقسیم** حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا، گھر کا اپنا کام دونوں میاں بیوی مل کر کر لیتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کام اس طرح تقسیم فرما دیا تھا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) گھر کے اندر کے کام کیا کریں (مثلاً آٹا گوندھنا پکانا، بستر بچھانا، جھاڑو دینا وغیرہ) اور علیؓ گھر سے باہر کے کام انجام دیا کریں[5]۔

---

[1] اصابہ ۱۲ [2] مواہب لدنیہ ۱۲ [3] مع شرح زرقانی ۱۲ [4] الترغیب ۱۲ [5] من المواہب تحریر

[5] زاد المعاد ۱۲

**اولاد** جب تک حضرت فاطمہؓ زندہ رہیں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہی چلی۔ آپ کی اولاد میں جو صاحبزادے تھے وہ قبل از بلوغ ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تھے اور آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے تو کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی اور حضرت رقیہؓ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو اولاد ہوئی تھی ان سے بھی نسل نہیں چلی۔[1]

جس قدر بھی سادات ہیں (جن کے فیوض سے شرق و غرب مستفید ہے) سب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی صاحبزادی سے جو نسل چلی وہ آپ کی نسل سمجھی گئی۔ ورنہ عام قاعدہ یہ ہے کہ انسان کی نسل اس کے بیٹوں سے چلتی ہے اور بیٹی سے جو نسل چلتی ہے وہ اس کے شوہر کے باپ کی نسل مانی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ نے میرے علاوہ جو بھی نبی بھیجا اس کی ذریت اس کی پشت سے کر دی اور میری ذریت اللہ تعالیٰ نے علی کی پشت سے جاری کی۔[2] سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام حسن تجویز فرمایا۔ خود ہی ان کے کان میں اذان

---

[1] اسد الغابہ ۱۲ [2] شرح المواہب للزرقانی ۱۲

دی اور عقیقہ کے روز حضرت سیدنا فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا کہ اس کے بالوں کے وزن کی برابر صدقہ کر دو۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے وزن کیا تو ایک درہم (چونی بھر) یا اس سے کچھ کم وزن اترا۔

ابوداؤد اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا عقیقہ فرمایا۔[1]

حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ولادت رمضان المبارک ۳ھ کو ہوئی۔ بعض نے شعبان ۳ھ میں ان کی ولادت بتائی ہے اور بعض علماء نے ۴ھ اور بعض نے ۵ھ بھی ان کی ولادت بتائی ہے۔ مگر اول قول ہی ٹھیک ہے۔[2]

پھر اگلے سال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں[3] اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔[4]

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سینہ سے سر تک حسن آنحضرتؐ کے مشابہ تھے اور حسینؓ سینہ سے نیچے نیچے حضور اقدس

---

[1] مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ ص ۳۶۲ [2] عظ صحابہ ۱۲ [3] مشکوٰۃ عن البخاری [4] مشکوٰۃ شریف

صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے[۱]

ان دونوں بھائیوں کے بعد تیسرے بھائی حضرت مُحسّن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ نام تجویز فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں اپنی کنیت ابوحرب رکھنا چاہتا تھا جب حسنؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام حرب[ع] رکھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا دکھاؤ میرا بیٹا کہاں ہے؟ تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ میں نے عرض کیا حرب رکھ دیا ہے! آپ نے فرمایا نہیں اس کا نام حسنؓ ہے۔ پھر جب حسینؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام بھی حرب تجویز کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ دکھاؤ میرا بیٹا کہاں ہے؟ اس کا تم نے کیا نام رکھا؟ میں نے عرض کیا حرب نام رکھ دیا ہے! آپ نے فرمایا نہیں۔ وہ حسین ہے پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام بھی میں نے حرب تجویز کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا دکھاؤ میرا بیٹا کہاں ہے؟ اس کا تم نے کیا نام رکھا؟

---

ع حرب کا معنی "جنگ" ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہادر مرد اور نبرد آزما انسان تھے۔ انہوں نے چاہا کہ کسی طرح مجھے ابوحرب کہا جانے لگے اس لیے ہر مرتبہ آپ نے بچوں کا نام حرب رکھا۔ ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

۱ مشکوٰۃ شریف ۱۲

میں نے عرض کیا کہ حرب نام رکھدیا ہے! فرمایا نہیں! وہ محسن ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے ان کے نام تجویز کئے ہیں۔ یہ تینوں نام ہارون (پیغمبر صلوات اللہ وسلامہ علیہ) کے (تینوں) بچوں کے نام ہیں۔ ان کے ایک بچے کا نام شبر دوسرے کا شبیر تیسرے کا مشبر تھا ۔[1] (حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ ان کا ترجمہ ہے)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تیسرے صاحبزادہ حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچپن ہی میں وفات پائی ۔[2]

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اول حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنھوں نے بچپن میں انتقال فرمایا اسی وجہ سے بعض مورخین نے ان کو لکھا بھی نہیں ہے۔ دوسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جن سے ایک صاحبزادے حضرت زیدؓ اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عون بن جعفرؓ سے نکاح ہوا اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی پھر جب انکی وفات ہوگئی تو ان کے بھائی حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح ہوا ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جو بچپن ہی میں وفات پا گئیں۔ پھر حضرت محمد بن جعفرؓ کے انتقال کے بعد ان کے تیسرے

---

[1] جمع الفوائد و مسند امام احمد ۱۲ [2] المواہب و شرحہ ۱۲

بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے نکاح ہوا۔ ان سے
بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور ان ہی کے نکاح میں حضرت ام کلثوم رضی
اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی اور اسی روز ان کے صاحبزادے حضرت
زیدؓ کی وفات ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیدا ہوئے تھے حضرت
سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی تیسری صاحبزادی حضرت زینب
رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی
اللہ تعالےٰ عنہ سے ہوا تھا جن سے دو صاحبزادے عبداللہؓ اور
عونؓ پیدا ہوئے۔ پھر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہو
گئی تو حضرت عبداللہ بن جعفر نے ان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ
عنہا سے نکاح فرمالیا جس کا ذکر ابھی گذرا ہے۔ یہ اولاد (تین لڑکے
تین لڑکیاں) حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حضرت سیدہ فاطمہ
رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہوئی۔ ان کے علاوہ ان کی دوسری بیویوں
سے جو بعد میں ان کے نکاح میں آئیں اور بھی اولاد ہوئی مورخین
نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تمام اولاد کی تعداد ۳۲ لکھی ہے
جن میں ۱۶ لڑکے اور ۱۶ لڑکیاں تھیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے ۱۵ لڑکے اور ۸ لڑکیاں پیدا ہوئیں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے ۶ لڑکے ۳ لڑکیاں پیدا ہوئیں[۱] رضی اللہ تعالےٰ عنہم وارضاہم
اجمعین وجعلنا بعدہم متبعیں واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

---

[۱] از حکایات صحابہ ۱۲ ملنے کا پتہ۔ کتب خانہ رحیمیہ ملتان

# فَاعتَبِرُوا یَا اُولِی الاَبصَار

حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ پیاری اور چہیتی صاحبزادی تھیں۔ انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی عورتوں کی سردار بتایا ہے۔ ان کی شادی کس سادگی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ یہ بہت غور کرنے اور غور کرنے کے بعد اس کے مطابق اپنی شادی کرنے کی چیز ہے آج لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت (علیہم الرحمتہ والرضوان) کی محبت کے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن ان کے اتباع اور اقتدار کو اپنی ...... اور خاندان کی ذلت اور عار سمجھتے ہیں! حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ منگنی کے تمام بکھیڑے جن کا آج کل رواج ہے ان میں سے کوئی بھی نہ کیا گیا۔ یہ سب لغو اور سنت کے خلاف ہیں۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی نکاح پڑھایا اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا لڑکی کے نکاح کے وقت چھپے چھپے پھرنا بھی آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے بہتر یہ ہے کہ باپ خود اپنی لڑکی کا نکاح پڑھ دیوے مہر بھی تھوڑا سا مقرر کیا گیا ہزاروں لاکھوں مہر میں مقرر کرنا اور وہ بھی فخر اور بڑائی جتانے کے لیے اور پھر ادا نہ

کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے۔ جو لوگ مہر زیادہ باندھ دیتے ہیں اور پھر ادا نہیں کرتے وہ قیامت کے روز بیوی کے قرضداروں میں ہوں گے

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی صرف اس طرح ہوئی کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سسرال میں بھیجدیا یہ دونوں جہان کے بادشاہ کی صاحبزادی کی رخصتی تھی جس میں نہ دھوم نہ میانہ نہ پالکی نہ روپوں کی بکھیر۔ نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر چڑھ کر آئے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کمینوں کا خرچ دلوایا، نہ کنبہ برادری کا کھانا کیا نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارات چڑھائی نہ آتشبازی کے ذریعہ اپنا مال پھونکا دونوں طرف سے سادگی برتی گئی۔ قرض ادھار کر کے کوئی کام نہیں کیا۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو نہ صرف اعتقاد سے بلکہ عمل سے ضروری سمجھیں۔

جہیز کتنا مختصر تھا؟ اس کی تفصیل ہم لکھ چکے ہیں۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے قرض ادھار کر کے جہیز تیار کیا نہ اس کی فہرست لوگوں کو دکھائی۔ نہ جہیز کی چیزوں کا اشتہار کیا گیا۔ ہم کو اس کی پیروی لازم ہے۔ اگر بیٹی کو کچھ دیں تو گنجائش سے زیادہ کی فکر میں نہ پڑیں اور ضرورت کی چیزیں دیں اور دکھاوا کر کے نہ دیں کیوں کہ یہ اپنی اولاد کے ساتھ احسان ہے۔ دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے؟

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داماد اور بیٹی پر کام کی تقسیم کردی

ابوداؤد شریف میں ہے کہ سردار دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی چکی خود پیستی تھیں اور ہانڈی خود پکاتی تھیں۔ اور جھاڑو خود دیتی تھیں۔ آج کل کی عورتیں اس کو عیب سمجھتی ہیں بھلا جنت کی عورتوں کی سردار سے بڑھ کر کون عزت والی ہوسکتی ہے؟

آج کل کے مسلمان کہلانے والے منگنی سے لے کر شادی تک اور پھر اس کے بچوں کے پیدا ہونے اور ختنہ اور عقیقہ، تک فضول[1] رسمیں کرتے ہیں جن میں بہت سی شرکیہ رسمیں ہیں اور کافروں سے لی ہیں اور بہت سی رسمیں سودی روپیہ لے کر انجام دیتے ہیں اور ان رسموں کو کرنے میں نمازیں تک برباد کرتے ہیں اور بے شمار بڑے بڑے گناہوں میں ملوث ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی توفیق بخشیں۔

---

[1] شادی و غمی میں آجکل جن غلط رسوم میں پھنس کر عورتیں ہزاروں گناہوں کا بوجھ اپنی گردن پر لادرہی ہیں انکی اصلاح کیلئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اصلاح الرسوم کو بار بار پڑھیں۔ قیمت دو روپے

## حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آنا جانا

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باخدا بھی تھے اور باخلق بھی یعنی اللہ جل شانہ سے تعلق و محبت اور اللہ تعالےٰ کے ذکر میں بھی پوری طرح مشغول رہتے تھے اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی اور میل جول میں بھی کوتاہی نہ فرماتے تھے۔ آپ چوں کہ معلم انسانیت تھے۔ اس لیے آپ کی زندگی ساری امت کے لیے نمونہ ہے اور آپ کی زندگی سے سبق ملتا ہے کہ نہ تو انسان کو سراسر کنبہ و خاندان کی محبت میں پھنس کر خداوند عالم سے غافل ہو جانا چاہیے اور نہ بزرگی کے دھوکہ میں کنبہ و خاندان سے کٹ کر اذکار و اوراد کو مشغلۂ زندگی بنا لینا چاہیئے۔ اعلیٰ اور اکمل مقام یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اتباع کرے اور ہر شعبۂ زندگی میں آپ کے اقتدا کو ملحوظ رکھے۔ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نکاح بھی کئے اور آپ کے اولاد بھی ہوئی۔ پھر صاجزادیوں کی شادیاں بھی کیں اور ان کی شادیاں کر دینے کے بعد بھی ان کی خیر خبر رکھی۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح جب آپ نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تو آپ اس روز رات کو ان کے پاس تشریف لے گئے اور اکثر جاتے رہتے تھے

اوران کے حالات کی خبر خبر رکھتے تھے اوران کے بچوں کو پیار کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان میں آپس میں کچھ رنجش ہوگئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر تشریف لے جاکر صلح کرادی۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے اور حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ جب ان کے گھر داخل ہوئے تو چہرے پر کوئی خاص خوشی کا اثر نہ تھا اور اب جب کہ باہر تشریف لائے ہیں تو چہرہ پر خوشی کے آثار ہیں؟ آپ نے فرمایا میں کیوں خوش نہ ہوں جبکہ میں نے اپنے دو پیاروں کے درمیان صلح کرادی[1]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا، صاحبزادی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ ہمارے آپس میں کچھ رنجش ہوگئی تھی لہذا وہ غصہ ہوکر چلے گئے، اور میرے پاس قیلولہ نہ کیا۔ ایک صاحب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھنا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے جاکر تلاش کیا اور واپس آکر عرض کیا کہ وہ مسجد میں سورہے ہیں۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے سو رہے ہیں اور ان کے پہلو سے چادر گرگئی ہے جس کی وجہ سے ان کے جسم کو مٹی لگ گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا قم ابا تراب قم ابا تراب (اٹھو مٹی والے اٹھو! او مٹی والے اٹھو!)[2]

---

[1] اصابہ ۱۲ [2] دوپہر کو کھانا کھا کر سونے یا لیٹ جانے کو قیلولہ کہتے ہیں ۱۲ [2] بخاری شریف

صاحب فتح الباری نے اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت کئے ہیں مثلاً (۱) جو غصہ میں ہو اس سے ایسی مذاق کرنا جس سے ان کو مانوس کیا جا سکے درست ہے (۲) اپنے داماد کی دلداری اور ناراضگی دور کرنا بہتر عمل ہے (۳) باپ اپنی بیٹی کے گھر میں بغیر داماد کی اجازت کے داخل ہو سکتا ہے جب کہ یہ معلوم ہو کہ اس کو گرانی نہ ہوگی[۱]

ایک مرتبہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے وہاں پہنچ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال فرمانے لگے کہ کیا یہاں چھوٹا ہے کیا یہاں چھوٹا ہے۔ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپہنچے حتیٰ کہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما[۲] یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ چھوٹے سے تھے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ ہمارے بچپن کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنی ران پر بٹھاتے تھے اور دوسری ران پر حسن بن علیؓ کو بٹھا لیتے تھے اور دونوں کو چپٹا لیتے تھے اور یوں دعا فرماتے تھے اللھم ارحمھما فانی ارحمھما[۳] بعض مرتبہ

---

[۱] فتح الباری باب نوم الرجال فی المسجد ۱۲ [۲] مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم ۱۲ [۳] بخاری شریف ۱۲ (ترجمہ دعا) اے اللہ ان پر رحم فرما کیونکہ میں ان پر رحم کرتا ہوں ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ میرے بیٹوں (یعنی حضرت حسنین رض) کو لاؤ پھر آپ ان کو سونگھتے اور چمٹاتے تھے[1]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ رات کو میں ایک ضرورت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا (باہر سے اپنے آنے کی اطلاع دی) آپ چادر لپیٹے ہوئے باہر نکلے، چادر میں کچھ محسوس ہوتا تھا۔ میں نے جب اپنی ضرورت پوری کر لی تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ جسے آپ لپیٹے ہوئے ہیں! آپ نے چادر کھولدی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ایک کولہ پر حسن رض دوسرے کولے پر حسین رض ہیں آپ نے اسو نقت فرمایا کہ یہ میری اولاد ہیں اور میری صاحبزادی کی اولاد ہیں اور یہ بھی دعا دی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے مبارک دوش پر بیٹھے ہوئے تھے[3]

## خانگی احوال

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوئی سرمایہ دار آدمی نہ تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کیلئے اسباب عیش فراہم نہ کر سکتے تھے اور خورد نوش کی فراوانی ان کے بس کی نہ تھی، گھر میں نہ سامان بہت تھا نہ گھر عمدہ تھا، نہ کوئی خدمت گار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حال (فقر وفاقہ کا) اپنے لیے پسند کیا نہی داماد اور

---

[1] ترمذی ۱۲ [2] مشکوۃ شریف ۲ (ترجمہ دعا) اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے ان سے بھی محبت فرما ۱۲ [3] مشکوۃ شریف

بیٹی کے لیے پسند تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے اور علیؓ کے پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال ہے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن کو اس پر اونٹ کو چارہ کھلاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے بیٹا صبر کر! کیونکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے دس برس تک اپنی بیوی کے ساتھ قیام کیا اور دونوں کے پاس صرف ایک عبا تھی[۱] (اسی کو اوڑھتے اور اسی کو بچھاتے تھے)۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما موجود نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میرے بیٹے کہاں ہیں؟ عرض کیا آج اس حال میں صبح ہوئی کہ ہمارے گھر کھانے کو تو کیا، چکھنے کو (بھی) کچھ نہ تھا، لہذا ان کے والد جناب علی رضی اللہ عنہ ان کو یہ کہہ کر باہر گئے ہیں کہ گھر میں تم کو رو کر پریشان کریں گے! فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں (تاکہ کچھ محنت مزدوری کر کے لا دیں)، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرف توجہ فرمائی اور ان کو تلاش فرما لیا وہاں دیکھا کہ دونوں بچے ایک کیاری میں کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے کچھ کھجوریں پڑی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میرے ان بچوں کو گھر نہیں لے چلتے ہو! گرمی تیز

[۱] شرح مواہب لدنیہ ۱۲

ہونے سے پہلے پہلے لے چلو! انہوں نے عرض کیا اس حال میں آج صبح ہوئی ہے کہ ہمارے گھر میں کچھ بھی دکھانے بلکہ چکھنے کو نہ تھا (اس لیے ان کو لے کر آیا ہوں اب میرے اور بچوں کے پیٹ میں تو کچھ پہنچ گیا مگر فاطمہؓ کے لیے کچھ کھجوریں اور جمع کرنا ہے) تھوڑی سی دیر جناب اور تشریف رکھیں تو میں فاطمہؓ کے لیے (بھی) چند کھجوریں جمع کر لوں! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ٹھیر گئے حتیٰ کہ کچھ کھجوریں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے جمع ہو گئیں۔ ان کھجوروں کو ایک چھوٹے سے کپڑے میں میں باندھ کر واپس ہوئے۔ ایک بچہ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے بچہ کو حضرت علی مرتضےٰ سید السادات رضی اللہ عنہ نے گود میں لیا۔ اور اسی طرح گھر پہنچے[1]۔ واقعہ کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے یہودی کے باغ میں مزدوری کر کے اپنے لیے اور بچوں کے لیے اور اپنی اہلیہ محترمہ کے لیے کھجوریں، حاصل کی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی فقر و فاقہ رہتا تھا اور آپ کی صاحبزادی کے گھر میں بھی یہی حال تھا، جب کچھ میسر آجاتا تو ایک گھر، دوسرے گھر کی خبر لیتا تھا۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے گھر میں کچھ نہ تھا جسے میں کھا لیتا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کچھ ہوتا تو مجھے پہنچ جاتا۔ لہٰذا میں مدینہ سے

[1] الترغیب والترہیب (جلد ۵)

باہر ایک جانب کو نکل گیا اور ایک یہودی کے باغ کی دیوار کے باہر سے جو شق ہوگئی تھی اندر کو جھانکا۔ باغ والے یہودی نے کہا کہ اے اعرابی کیا چاہتا ہے؟ (میرے باغ کو پانی دیدے) اگر ہر ڈول پر ایک کھجور لینا منظور ہو! میں نے کہا اچھی بات ہے۔ دروازہ کھول۔ چنانچہ اس نے دروازہ کھول دیا اور میں نے پانی کھینچنا شروع کر دیا۔ ہر ڈول پر وہ مجھے ایک کھجور دیتا جاتا تھا۔ جب اتنی کھجوریں ہوگئیں کہ میری مٹھی بھر گئی تو میں نے کہا بس مجھے یہ کافی ہیں۔ ان کو کھا کر اور پانی پی کر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا آپ اس وقت مسجد میں صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔[۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت سیدۂ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ تین روز سے میں نے کچھ کھایا نہیں اتنا عرصہ گذر جانے پر یہ مجھے ملا ہے۔[۲]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے انہوں نے آپ کی دعوت کی اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے سالن پکایا اور روٹی تیار کی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو

---

[۱] الترغیب والترہیب ۱۲ [۲] ایضاً ۲

دیا کہ یہ فاطمہ رضؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی روز سے کچھ نہیں مل سکا چنانچہ وہ اسی وقت پہنچا آئے

## فضائل و مناقب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی دلداری کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا اغضبنی وفی روایۃ یریبنی ما ارابہا ویوذینی ما اذاہا[1]

فاطمہ رضؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کے رنج سے مجھے رنج ہوتا ہے اور اس کی ایذا سے مجھے ایذا ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اور سیرت و صورت اور گفتگو سے اس قدر مشابہت کسی کی عادت اور سیرت اور صورت اور گفتگو کی نہیں دیکھی جتنی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ جب وہ آپ کے پاس آتی تھیں تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کا ہاتھ چومتے تھے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے اور جب آپ ان کے پاس جاتے تھے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کا ہاتھ چومتی تھیں اور آپ کو احترام سے بٹھاتی تھیں[2]۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [2] ایضاً ۱۲

سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر روانہ ہوتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے حضرت سید فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے[1]۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ (جس پر تم کو غصہ آوے) اللہ کو (بھی اس پر) تمہارے غصہ کی وجہ سے غصہ آتا ہے اور (تم جس سے راضی ہو) اللہ تعالیٰ (اس سے) تمہاری رضا کی وجہ سے راضی ہوتے ہیں[2]۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے روز پردے کے پیچھے سے ایک منادی اعلان کرے گا کہ اے لوگو اپنی آنکھوں کو بند کر لو، فاطمہ بنت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم گذر رہی ہیں[3]۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن حسینؓ اور ان کے والدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بارے میں فرمایا کہ جن سے ان کی لڑائی ہے میری بھی لڑائی ہے اور جن سے ان کی صلح ہے میری بھی صلح ہے[4]۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس وقت فرمایا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے۔ جو زمین پر آج کی اس رات سے پہلے کبھی نہیں نازل ہوا۔ اپنے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [2] اسد الغابہ ۱۲ [3] ایضاً [4] مشکوٰۃ شریف ۱۲

رب سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کے لیے آیا ہے کہ یقیناً فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور یقیناً حسنؓ حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم سب بیویاں آپؐ کے پاس تھیں کہ اس اثنا میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں ان کی رفتار بس ہو بہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تھی، جب ان پر آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو آپؐ نے فرمایا آؤ بیٹی مرحبا! پھر ان کو آپ نے بٹھا لیا، اس کے بعد چپکے سے ان کے کان میں فرمایا جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ روئیں۔ جب آپؐ نے ان کو بہت رنجیدہ دیکھا تو دوبارہ آہستہ سے (ان کے کان میں) کچھ فرمایا وہ اچانک ہنسنے لگیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو میں نے دریافت کیا کہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے آہستہ سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو میں کیوں کھولوں؟ (سب سے فرمانے کی بات ہوتی تو آپ آہستہ سے کیوں فرماتے؟)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرا جو تم پر حق ہے اس کے زور میں پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سیدہ فاطمہؓ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ہاں اب بتا سکتی ہوں، پہلی مرتبہ جو آپ نے آہستہ سے فرمایا تو خبر دی تھی کہ جبریلؑ ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس مرتبہ انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے اور میں (اسلیے) سمجھتا ہوں کہ دنیا سے میرے کوچ کا وقت قریب آگیا ہے، لہٰذا تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا، کیونکہ میں تمہارے لیے پہلے سے جانے والوں میں بہت بہتر ہوں، یہ سن کر میں رونے لگی جب آپ نے میرا رنج دیکھا تو دوبارہ آہستہ سے کچھ فرمایا اور اس وقت کا فرمانا یہ تھا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ جنت کی عورتوں کی سردار ہو گی یا یہ فرمایا کہ مومن عورتوں میں سب کی سردار ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ پہلی مرتبہ آپ نے آہستہ سے فرمایا کہ میں اسی مرض میں وفات پا جاؤں گا لہٰذا میں رونے لگی۔ پھر دوبارہ آہستہ سے فرمایا کہ آپ کے گھر والوں میں سب سے پہلے میں ہی آپ سے جا کر ملوں گی یہ سن کر مجھے ہنسی آگئی [۱]

## دینی تربیت

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ کی طرف سے امت کی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے تشریف لائے تھے۔ تربیت اور تزکیہ میں آپ کسی کا لحاظ نہیں فرماتے تھے۔ اپنی ازواج اور عزیز قریب سب ہی کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے اور آخرت کا فکرمند بناتے تھے جب آیت [۲] وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں اور خاندان والوں کو آخرت کے

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [۲] ترجمہ آیت: آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے ۱۲

عذاب سے ڈرایا اور قبیلوں اور بعض رشتہ داروں کا نام لے کر فرمایا کہ اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ اے قریش اپنے نفسوں کو دوزخ سے بچالو۔ میں اللہ کے معاملہ میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا اور بنی عبدمناف سے بھی یہی فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اے عباس میں اللہ کے معاملہ میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچاؤ) اے صفیہ جو اللہ کے رسول کی پھوپی ہیں۔ میں اللہ کے معاملہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچاؤ)۔ اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ میرے مال میں سے تم جو چاہو سوال کر لو۔ میں اللہ کے معاملہ میں کچھ کام نہیں آؤں گا[ع] (اپنے کو دوزخ سے بچالو)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دینے کے بعد بھی دینی تربیت کا خاص خیال رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ہم دونوں کو نماز (تہجد) کے لیے جگایا۔ پھر اپنے گھر میں تشریف لیگئے اور دیر تک نماز پڑھی۔ ہمارے اٹھنے (اور وضو وغیرہ کرنے) کی کوئی آہٹ نہ سنی تو دوبارہ تشریف لائے اور مجھ کو جگایا اور فرمایا اٹھو نماز پڑھو۔ میں آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم جتنی نماز

ع یعنی خود نیک کام کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف مت چلو اللہ تعالیٰ نے عذاب دینا چاہا تو میں نہیں چھڑا سکوں گا اس کا مطلب سفارش کی نفی نہیں ہے بلکہ عمل پر ابھارنا مقصود ہے اور جس کی شفاعت کی جائے اس کو بھی تو لائق سفارش ہونا ضروری ہے۔

ہمارے مقدر میں ہے وہی تو پڑھیں گے۔ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں جب اللہ تعالیٰ ہم کو بیدار فرمانا چاہتے ہیں بیدار فرما دیتے ہیں (اور تھوڑا بہت وقت جو ملتا ہے پڑھ لیتے ہیں) یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے اور میرے لفظوں کو (تعجب سے) دہراتے ہوئے واپس ہو گئے اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی وکان الانسان اکثر شیئٍ جدلا (یعنی آدمی جھگڑے میں سب سے بڑھ کر ہے)[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام اور باندیاں آئی ہیں۔ چونکہ ان کو خود چکی پیسنا پڑتا تھا اس لیے ان کے ہاتھوں میں اس کے نشان پڑ گئے تھے ان نشانوں کو دکھانے اور خدمت کے لیے باندی یا غلام طلب کرنے کے لیے وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم سرائے میں پہنچیں، آپ تشریف نہیں رکھتے تھے لہٰذا وہ اپنی معروض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ آئیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زنانخانہ میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماجرا عرض کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر آپ رات کو ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت ہم دونوں لیٹ چکے تھے۔ آپ کی آمد پر ہم نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا اپنی جگہ (لیٹے) رہو پھر آپ میرے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کیا تم کو میں

[1] مسند احمد ج ۱ ص ۹۱ ۱۲

اس سے بہتر نہ بتادوں جو تم نے مجھ سے سوال کیا ہے؟ جب تم رات کو سونے کے لیے لیٹ جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد اللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہوگا۔[1]

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان تینوں چیزوں کو (فرض) نماز کے بعد پڑھنے کو بھی فرمایا۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل سنا کبھی نہیں چھوڑا ایک صاحب نے سوال کیا (جن کو، ابن الکوار کہتے تھے) جنگ صفین کی رات میں بھی آپ نے اس کو پڑھا؟ فرمایا اس رات میں بھی میں نے نہیں چھوڑا اول رات میں بھول گیا تھا پھر آخر سحر میں یاد آیا تو پڑھ لیا۔[3]

اسی سلسلہ میں یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم عطا فرمانے سے بڑی سختی سے انکار فرمایا اور یوں فرمایا کہ خدا کی قسم تم کو (خادم) نہیں دوں گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم کو دیدوں اور صفہ[4] میں رہنے والوں کے پیٹ بھوک سے پیچ کھاتے رہیں اور ان پر خرچ کرنے کو

---

[1] مشکوٰۃ عن البخاری ۱۲ [2] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [3] عمل الیوم واللیلۃ ۱۲ [4] اصحاب صفہ وہ حضرات تھے جو دین متین کیلئے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آکر پڑ گئے تھے نہ کاروبار کرتے تھے نہ ان کا گھر بار تھا بھوک پیاس کو غذا بنا کر درسگاہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طالب علم بنکر رہتے تھے اور ذکر وتعلیم ان کا مشغلہ تھا مسجد نبوی سے باہر ایک صفہ (یعنی چبوترہ) سائبان ڈال کر ان حضرات کی اقامت کیلئے بنا دیا گیا تھا۔ اس لیے ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ مؤلف رسالہ ہذا نے ان حضرات کے احوال ایک رسالہ میں لکھے ہیں، رسالہ کا نام اصحاب صفہ ہے ملنے کا پتہ کتب خانہ رحیمیہ ملتان قیمت ہے پیسہ

میرے پاس کچھ بھی نہ ہو؟ یہ غلام جو آتے ہیں ان کو فروخت کر کے صفہ والوں پر خرچ کروں گا[۱]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو اپنی صاحبزادیؓ کو ایک غلام یا باندی عنایت فرما دیتے مگر آپ نے ضرورت کو پرکھا اور آپ کی خداداد بصیرت نے آپ کو اسی پر آمادہ کیا کہ صفہ میں رہنے والے میری بیٹی بنے یادؓ ضرورت مند ہیں کیسی نہ کسی طرح دکھ تکلیف سے محنت و مشقت کرتے ہوئے صاحبزادی کی زندگی گذر تو رہی ہے مگر صفہ والے تو بہت ہی بدحال ہیں جنکو فاقے پر فاقے گذر جاتے ہیں۔ ان کی رعایت مقدم ہے اور صاحبزادی کو ایسا عمل بتایا جو آخرت کے بے انتہا اجر و ثواب کا ذریعہ بنے۔ دنیا کی فنا ہونے والی تکلیف آخرت کے بے انتہا انعامات سے بے انتہا کم ہے اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا پڑھ لینا تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے

ابوداؤد شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے فاطمہ اللہ سے ڈر اور اپنے رب کا فریضہ ادا کر اور اپنے شوہر کا کام انجام دے اور سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کر یہ گنتی میں سو ہو گئے جو تیرے لیے خادم سے بہتر ہیں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں شاید اس موقع پر اللہ سے ڈرنے کو اس لیے فرمایا کہ خدمت گذار طلب

---

[۱] اصابہ عن ابن سعد ۱۲

کرنے کو ان کے بلند مرتبہ کے خلاف سمجھا واللہ تعالےٰ اعلم

بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ سوتے وقت ان چیزوں کا پڑھ لینا آخرت کے اجور و درجات دلانے کے ساتھ ساتھ دن بھر کی محنت و مشقت کی تھکن کو دور کرنے کے لیے بھی مجرب ہے۔[1]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو اپنے گھر والوں میں سب سے آخری ملاقات حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ غزوہ سے تشریف لائے اور حسب عادت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جانے کے لیے ان کے گھر پہنچے انہوں نے دروازہ پر (زینت کے لیے عمدہ قسم کا) پردہ لٹکا رکھا تھا اور دونوں بچوں حضرت حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو چاندی کے کنگن پہنا رکھے تھے۔ یہ باتیں دیکھ کر آپ اندر داخل ہوئے بغیر واپس ہو گئے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سمجھ لیا کہ آپ اس وجہ سے اندر تشریف نہیں لائے لہٰذا (اسی وقت) پردہ ہٹا دیا اور کنگن اتار لیے، دونوں بچے ان کنگنوں کو لیے ہوئے آنحضرت سید عالم

---

[1] احقر راقم الحروف سے ایک بزرگ نے بیان فرمایا جنہوں نے احیاء دین کے لیے ہزار میل کا ایک پیدل سفر کیا تھا کہ اس سفر میں مجھے ان تسبیحات کی قدر معلوم ہوئی اور بڑھاپے میں اتنا لمبا سفر آسانی سے طے ہو گیا رات کو جب ان تسبیحات کو پڑھ لیا تو دن بھر کی تھکن کافور ہو گئی ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے پہنچے۔ آپ نے ان کے ہاتھوں سے وہ کنگن لے لیے اور مجھ سے فرمایا کہ اے ثوبان (راوی حدیث) جاؤ فاطمہ رضؓ کے لیئے ایک ہار عصب[۱] کا اور دو کنگن ہاتھی دانت کے خرید کر لے آؤ یہ میرے گھر والے ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں کہ اپنے حصہ کی عمدہ چیزیں اس زندگی میں کھالیں[۱] (یا پہن لیں)۔

ایک مرتبہ ایک واقعہ ایسا ہی پیش آیا اور وہ یہ کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک شخص مہمان ہوا اس کے لیے کھانا پکایا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلا لیتے تو اچھا تھا چنانچہ آپ کو کھانے کی دعوت دی اور آپ تشریف لے آئے۔ دروازہ پر پہنچکر چوکھٹ کو ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور دیکھا کہ گھر میں ایک طرف ایک نقشین پردہ لٹکا ہوا ہے اس کو دیکھ کر آپ واپس ہو گئے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی واپسی کا کیا باعث ہوا؟ آپ کے جواب میں فرمایا کہ نبی کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ سجاوٹ اور ٹیپ ٹاپ والے گھر میں داخل ہو[۲]

ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (کمسنی میں) صدقہ کے مال کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں رکھ لی۔ حضور اقدس صلی اللہ

---

ف عصب پٹھے کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس زمانہ میں حلال جانوروں کے پٹھوں سے کسی قسم کا زیور بنایا جاتا ہو بعض عالموں نے کہا ہے کہ ایک جانور کے دانت کو بھی عصب کہتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم

[۱] مشکوٰۃ عن احمد وابی داؤد ۱۲ [۲] مشکوٰۃ عن احمد وابن ماجہ ۱۲

علیہ وسلم نے فوراً منہ سے نکال کر باہر ڈالنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ کیا تم کو خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔[1]

تربیت کے سلسلہ کا ایک قصہ یہ بھی اسد الغابہ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول خدا صلی علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اسوقت حضرت علی اللہ عنہ سو رہے تھے حضرت حسینؓ نے کچھ پینے کو مانگا وہیں ان حضرات کی ایک بکری تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دودھ نکالا ابھی آپ نے کسی کو دیا نہ تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپکے پاس پہنچ گئے آپ نے ان کو ہٹا دیا حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ان دونوں میں آپ کو وہ دوسرا (یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ) زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بات نہیں۔ اصل بات یہ کہ اس دوسرے نے اس سے پہلے طلب کیا تھا۔ پھر فرمایا کہ میں اور تم اور یہ دونوں لڑکے اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک ساتھ ایک جگہ ہوں گے۔[2]

**وفات** حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ ماہ بعد وفات پائی۔ اس بارے میں اور بھی اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح یہی ہے۔ بعض علما نے کہا کہ آپ کے بعد ستر روز عالم دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوئیں۔[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ان کو بہت رنج ہوا اور آپ کے بعد جب تک زندہ رہیں

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [2] اسد الغابہ ۱۲

[3] ذکرہ فی اسد الغابہ وفی ذلک اقوال آخر ذکرہا الحافظ فی الاصابہ ۱۲

کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی تھی
کہ میری اہل میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی۔ چنانچہ ایسا
ہی ہوا ان کی وفات کے وقت حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا
وہیں موجود تھیں ان سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ مجھے
اچھا نہیں لگتا کہ عورت کے جنازہ کو صرف اوپر سے ایک کپڑا ڈال کر امردوں
کے جنازہ کی طرح لے جاتے ہیں جس سے ہاتھ پاؤں کا پتہ چل جاتا ہے
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز بتائے دیتی ہوں جو
حبشہ میں دیکھ کر آئی ہوں۔ یہ کہ کر درخت کی ٹہنیاں منگا کر ایک مسہری سی
بنادی اور اس پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو
بہت پسند کیا اور حضرت اسماء رضؓ سے فرمایا کہ جب میں وفات پا جاؤں تو
تم اور علی (رضی اللہ عنہ) مل کر مجھ کو غسل دینا اور کسی کو میرے غسل میں شرکت
کرانے کے لیئے مت آنے دینا جب وفات ہو گئی تو حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا غسل دینے کے لیئے آئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کو روک
دیا۔ انھوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے
اسماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو آپ کی صاحبزادی کے پاس
جانے سے کیوں روکتی ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ انہوں نے مجھ کو اس کی
وصیت کی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا ان کی
وصیت پر عمل کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی معیت میں ان کو غسل [عہ] دیا اور کفنا کر مسہری میں رکھ دیا۔ اسلام میں سب سے پہلے ان ہی کے جنازہ کے لیے مسہری تیار کی گئی پھر ان کے بعد ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے مسہری [عہ] بنائی گئی حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس عمل کا ثواب کمایا، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میں رات ہی کو دفن کر دی جاؤں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور قبر میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے فضل رضی اللہ عنہ اترے۔

کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو ہوئی اس وقت ان کی عمر ۲۹ سال تھی اور بعض حضرات نے ۳۰ سال اور

---

عہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ الاصابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن فتحون نے اس کو بعید سمجھ کر اعتراض کیا ہے کہ حضرت اسماء اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر غسل دینا کیونکر درست ہوا؟ اور دوسرا اشکال حنفی مذہب کی بنا پر پیش آتا ہے کہ وفات کے بعد شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا (کما قال فی الفتاوی العالمگیریۃ ویجوز للمرأۃ ان تغسل زوجہا واما ہو فلا یغسلہا عندنا) دونوں اشکالوں کا جواب اس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پردہ ڈالکر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو پانی دیتے جاتے ہوں اور غسل دیتی جاتی ہوں اور انہوں نے کوئی اور عورت اپنے ساتھ مدد کیلئے بلالی ہو واللہ اعلم،

عہ منتخب کنز العمال میں ہے سب سے پہلے مسہری حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کیلئے بنائی گئی

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ اسعد عفا اللہ

بعض نے ۲۵ سال بتائی ہے یہ تمام تفصیل اسد الغابہ میں لکھی ہے اگر یہ صحیح مانا جائے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ۳۵ ویں برس ان کی ولادت ہوئی تھی تو ۲۸-۲۹ سال کے درمیان ان کی عمر ہوتی ہے جبکہ ان کا سن وفات ۱۱ھ مانا جائے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ جنہوں نے ۳۵ برس کی عمر بتائی ان کے قول کی بنا پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ۲۰ ویں برس ہونا لازم آتا ہے۔ لیکن یہ کسی کا قول معلوم نہیں ہوا، الاستیعاب میں بھی ایک ایسا واقعہ لکھا ہے کہ جس سے ۲۵ برس والے قول کی تردید ہوتی ہے۔

مسند امام احمد بن حنبلؒ میں حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس مرض میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ ایک روز صبح ہوئی تو مجھ سے فرمایا کہ اے ماں! میرے لیے غسل کا پانی رکھ دو۔ چنانچہ میں نے اس کی تعمیل کی پھر انہوں نے بہت اچھی طرح غسل کیا۔ اس کے بعد مجھ سے کپڑے طلب کیے کہ میرے نئے کپڑے دیدو میں نے اس کی بھی تعمیل کی اور انہوں نے مجھ سے کپڑے لے کر زیب تن فرمالیے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ میرا بستر بیچ گھر میں بچھا دو۔ چنانچہ میں نے اس کی بھی تعمیل کی۔ اس کے بعد وہ قبلہ رخ ہو کر اور اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا کہ اے ماں! اب میری جان جاتی ہے میں نے غسل کر لیا ہے مجھے کوئی نہ کھولے چنانچہ اسی وقت جان بحق ہو گئیں۔ حضرت

علی رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے۔ باہر سے تشریف لائے تو میں نے ان کو خبر کر دی، اسد الغابہ میں بھی اس واقعہ کو (تذکرہ ام سلمیٰ میں) ذکر کیا ہے لیکن اس کو صحیح نہیں مانتے کہ وفات سے پہلے جو غسل کیا تھا اسی کو کافی سمجھا گیا۔ بعد وفات غسل نہیں دیا بلکہ صحیح یہی ہے کہ حضرت علیؓ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بعد وفات غسل دیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی الاصابہ میں اس کو بعید تسلیم کیا ہے۔

جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا جب ان کی وفات ہو گئی تو ان ہی کی وصیت کے مطابق ان کی بھانجی حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد آپ کی موجودگی ہی میں فوت ہو گئی تھی۔ پھر آپ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی جلد ہی آپ سے جا ملیں رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

واقدی فرماتے تھے کہ میں نے عبد الرحمٰن بن ابی الموالی سے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں دفن کی گئیں اس بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت عقیلؓ (بن ابی طالب) کے مکان کے ایک گوشہ میں دفن کی گئیں۔ ان کی قبر اور راستہ کے درمیان سات ہاتھ کا فاصلہ ہے[1] رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

[1] الاصابہ ۱۲

## خاتمہ

# حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

# ابن سید البشر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی تھیں۔ ۶ھ میں جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکوں اور علاقوں کے حکمرانوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط لکھے تو اسی سلسلہ میں ایک خط مقوقس کو بھی لکھا۔ یہ عیسائی مذہب رکھتا تھا اور مصر اور اسکندریہ کا بادشاہ تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والانامے کی عبارت یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتك اللہ اجرك مرتین فان تولیت کان علیك اثم القبط یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا

نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من
دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ۝

(ترجمہ) "بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب محمد بن عبداللہ ورسولہ

بنام مقوقس، جو قبطیوں کا بڑا ہے، سلام اس پر جو ہدایت کو مان لے۔ اس کے بعد مدعا یہ ہے کہ میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تو اسلام قبول کرلے اس کی وجہ سے تو سلامت رہے گا اور تجھے دوہرا اجر اللہ تعالیٰ دیں گے۔ اور اگر تو نے اسلام سے منہ موڑا تو تجھ پر نہ صرف اپنے گناہ کا وبال ہوگا بلکہ تمام قبطی قوم کی گمراہی تیرے ہی سر پڑے گی (اس کے بعد قرآن مجید کی ایک آیت لکھی جس کا ترجمہ یہ ہے) اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہونے میں برابر ہے یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو رب قرار نہ دے پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تم کہ دو کہ تم ہمارے اس اقرار کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں"۔

اس والا نامہ کو لے کر حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ تاجدار دوعالم کے قاصد بن کر روانہ ہوئے اور مقوقس کو اسکندریہ پہنچکر وہ والا نامہ دیدیا مقوقس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور والا نامہ کھولکر پڑھا اور پڑھنے کے بعد حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر وہ نبی ہیں تو کیوں میرے حق میں بددعا نہیں کردی جس کے اثر سے مجھ پر غلبہ پالیتے، حضرت حاطبؓ نے الزامی[1] جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ

[1] اسوقت الزامی جواب دینے کی ضرورت تھی نہ تحقیقی جواب کی کہ یہ دنیا دار الاسباب ہے۔ (بقیہ صفحہ ۷۴ پر)

تم (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو مانتے ہی ہو) بتاؤ انہوں نے اپنے مخالفین کے لیے بددعا کر کے کیوں غلبہ نہ پالیا؟ مقوقس نے پھر دوبارہ بھی سوال کیا انہوں نے پھر وہی جواب دیا جس کی وجہ سے مقوقس خاموش ہو گیا، اس کی خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے سلسلہ تبلیغ جاری کر دیا اور خود بخود یوں گویا ہوئے۔

انہ قد کان قبلک رجل یزعم انہ الرب الاعلیٰ فاخذہ اللہ

نکال الاخرۃ والاولیٰ فانتقم منہ فاعتبر بغیرک ولا یعتبر غیرک بک،

(ترجمہ) تجھ سے پہلے ایک شخص تھا جو اپنے آپ کو سب سے بڑا پروردگار کہتا تھا پس اللہ تعالےٰ نے اس کو آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑا اور اس سے انتقام لیا گیا۔ لہٰذا تو دوسروں سے عبرت حاصل کر ایسا نہ ہو کہ (خدا کی طرف سے تیری گرفت ہو) اور دوسرے تجھ سے عبرت حاصل کریں یہ سن کر مقوقس نے کہا کہ ہم ایک دین پر قائم ہیں اسکو ایسے ہی دین کیلئے چھوڑ سکتے ہیں جو ہمارے موجودہ دین سے بہتر ہو۔ اسکے جواب میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے او رجم کر اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ ہم تجھ کو (تیرے دین سے بہتر دین کی طرف دعوت دیتے ہیں ہماری دعوت اللہ کے دین کی طرف ہے جس کے سامنے دوسرے دین کی ضرورت نہیں ہے بلاشبہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جن کا قاصد بنکر میں آیا ہوں) انہوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو سب سے زیادہ تکلیف پہنچانے پر قریش مکہ تل گئے اور یہود نے سب سے زیادہ دشمنی پر کمر باندھی اور نصارے

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵ کا) اسمیں اللہ کی تشریع اور تکوین دونوں جاری ہیں پیغمبر و نکی محنت اور کوشش کے ذریعہ جس سے انکا اجر بے انتہا ہو جائے اللہ تعالیٰ ہدایت پھیلانا چاہتے ہیں پھر اسلام قبول کرنے والے کی بھی یہ خوبی ہے بجائے اسکے کہ بددعا سے مجبور ہو کر راہ پر آئے خود دعوت حق پہنچنے پر اپنے اختیار سے اسلام قبول کرے

سب سے زیادہ انس و محبت سے پیش آنے والے ثابت ہوئے (جو جلد مسلمان ہو گئے)۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی بشارت دی ایسی ہی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی دی تھی۔ ہم تجھ کو دعوت اس طرح دیتے ہیں جیسے تو اہل توریت کو انجیل کی دعوت دیتا ہے پس جبکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی لائی ہوئی توریت شریف کو حق مانتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکی لائی ہوئی۔ انجیل کی دعوت دیتے ہو ہم بھی تم کو یہی دعوت دیتے ہیں کہ سابقہ نبیوں اور اللہ کی کتابوں کو حق مانتے ہوئے اب اس موجودہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی لائی ہوئی کتاب کا اتباع کرو، یہ قاعدہ رہا ہے کہ جو نبی کسی قوم میں آیا وہ قوم اس کی امت دعوت ہو گئی اور ان کے ذمہ اس نبی کا ماننا اور اتباع کرنا ضروری ہو گیا لہٰذا اب جبکہ تو نے اس آخری پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ پالیا تو ان کا اتباع کر، اور یہ بات بھی صاف کر دینا ضروری ہے کہ ہم تجھ کو عیسائی مذہب کے خلاف دوسرے دین پر آمادہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ عیسائی مذہب کی ایک بات پر عمل کرنے کو کہہ رہے ہیں (اور وہ بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعد پیغمبر آخر الزماں کے آنے کی خبر دی تھی اور ان کا نام احمد بتایا تھا چنانچہ وہ تشریف لے آئے۔ اب حسب فرمان حضرت عیسیٰ

۷۵ سورہ مائدہ کی آیت لتجدن اشد الناس الخ کی طرف اشارہ ہے ۱۲

علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا اتباع کرو۔

یہ باتیں سنکر مقوقس نے کہا کہ میں نے اس پیغمبر(آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں غور کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ جس چیز کے کرنے کا حکم فرماتے ہیں وہ عقل اور طبیعت کے خلاف نہیں ہے اور جس چیز سے منع فرماتے ہیں عقل و دانش کے اعتبار سے کرنے کی نہیں ہے میں نے جہاں تک غور کیا اس سے یہ سمجھا وہ نہ جادوگر ہیں نہ گم کردہ راہ ہیں نہ کاہن نہ کاذب ہیں۔ ان کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئیں ان سے پتہ چلا کہ وہ غیب کی باتوں کی خبر دیتے ہیں یہ ان کے نبی ہونے کی نشانی ہے اور ان کا اتباع کرنے کے سلسلہ میں غور کروں گا اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کو حفاظت سے رکھنے کے لیے خادم کو دیدیا۔ کاتب کو بلایا جو عربی جانتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عبارت ذیل بھیجنے کیلیے لکھوائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم لمحمد بن عبد اللہ من المقوقس عظیم القبط سلام علیک اما بعد فقد قرأت کتابک وفہمت ماذکرت فیہ وما تدعوا الیہ وقد علمت ان نبیا قد بقی وکنت اظن ان یخرج من الشام وقد اکرمت رسولک وبعثت الیک بجارتین لہما مکان من القبط عظیم وکسوۃ واھدیت الیک بغلۃ لترکبھا والسلام۔

ترجمہ:۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحیم والا ہے۔ یہ خط ہے محمد بن عبد اللہ

ع۵ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے مقوقس کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل تھیں ان کی بنا پر یہ باتیں کیں ۱۲ منہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام مقوقس کی جانب سے جو قبطیوں کا سردار ہے، تم پر سلام ہو، سلام کے بعد عرض ہے کہ میں نے آپ کا والانامہ پڑھا اور جو کچھ آپ نے ذکر فرمایا ہے اور جس چیز کی آپ نے دعوت دی ہے اس کو سمجھا مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ ایک نبی کی آمد باقی ہے لیکن میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں تشریف لائیں گے (عرب میں تشریف لانے کا گمان نہ تھا) میں نے آپ کے قاصد کا اعزاز و اکرام کیا اور اس کے ساتھ آپ کی خدمت میں دو باندیاں ہدیۃً (ماریہ اور سیرین) بھیج رہا ہوں جو قوم قبط میں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں اور کپڑے اور ایک خچر بھی آپ کی سواری کے لیے ارسال خدمت ہے والسلام

یہ تمام تفصیل مواہب لدنیہ میں لکھی ہے اور اس کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ مقوقس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا والانامہ پہنچنے پر بس یہی کیا کہ آپ کی تعریف کی اور اپنے ایک مکتوب کے ساتھ مندرجہ بالا چیزیں ہدیۃً بھیجدیں البتہ اسلام قبول نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے الاصابہ میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ مقوقس نے ۷ھ میں ماریہ اور ان کے بہن سیرین اور ہزار مثقال سونا اور بیس تھان کپڑا اور ایک خچر (جسے دلدل کہتے تھے) اور ایک گدھا جسے عفیر یا یعفور کہا جاتا تھا اور ایک مرد بوڑھا جو خصی تھا اور ماریہ کا بھائی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہدیۃً بھیجی۔ (راستہ میں) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے حضرت ماریہ اور ان کی بہن سیرین رضی اللہ عنہما کو اسلام کی ترغیب دی چنانچہ وہ مسلمان ہوگئیں لیکن وہ بڑے میاں مسلمان نہ ہوئے بلکہ بعد میں انہوں نے

سید عالم صلی اللہ علیہ کے زمانہ ہی میں مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا[1]

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ چیزیں پہنچ گئیں تو آپ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس رکھ لیا اور ان کی بہن سیرین رضی اللہ عنہا کو ہدیۃً حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو دیدی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تھے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے ان کی ولادت بماہ ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ منورہ سے کچھ دور ایک بستی میں (جسے اس زمانہ میں عالیہ کہتے تھے) ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ولادت سے بہت مسرور ہوئے اور ساتویں روز عقیقہ فرمایا اور ان کے بالوں کی برابر چاندی صدقہ کی اور دودھ پلانے کے لیے حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا ان کے شوہر انصاری تھے جو لوہار کا کام کرتے تھے[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے کسی کو اہل و عیال کے ساتھ رحمت و شفقت کا برتاؤ کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ آپ کا صاحبزادہ شیرخوار ابراہیم رضی اللہ عنہ) مدینہ منورہ سے دور ایک بستی میں دودھ پیتا تھا۔ آپ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے جن صاحب کی بیوی دودھ پلاتی تھی وہ لوہار کا کام کرتے تھے۔ بھٹی گرم کرنے کی وجہ سے گھر دھوئیں سے بھر جاتا تھا اور آپ اسی دھوئیں میں جا کر بیٹھ جاتے تھے اور بچہ کو لے کر

[1] الاجابہ ۱۲ [2] اسد الغابہ والاصابہ ۱۲

چومتے تھے[۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچہ ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کو دیکھنے کے لیے تشریف لے چلے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا جب گھر والے کے قریب پہنچے جس کی بیوی صاحبزادہ کو دودھ پلاتی تھی تو (میں نے دیکھا) وہ بھٹی گرم کر رہے ہیں اور سارا گھر دھوئیں سے بھرا ہوا ہے۔ میں جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھا اور ان صاحب سے کہا کہ اے ابو سیف ذرا ٹھیر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ میری توجہ دلانے سے انہوں نے بھٹی دھونکنا چھوڑ دیا وہاں پہنچ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو منگا کر چمٹا لیا اور (اس وقت کے مناسب پیار و محبت میں) مشیت خداوندی کے موافق (بہت کچھ) فرمایا[۲]

وفات[۳]

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے ۱۶ یا ۱۷ ماہ کی عمر پا کر وفات پائی۔ واقدی رح نے ان کی عمر ۱۸ ماہ اور بعض علماء نے ۱۶ مہینے اور ۸ روز بتائی ہے[۴]

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں موجود تھے ان کے آخری سانس جاری تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

---

[۱] مسلم شریف ۱۲ [۲] ایضاً ۱۲ [۳] شرح مسلم للنووی ۱۲ [۴] اسد الغابہ ۱۲

رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کو تعجب سے دیکھا اوران کے دل میں آیا کہ دل تو آپ رونے سے منع فرماتے ہیں اور یوں بھی آپ مقرب ہیں۔ آپ کو دنیا کی نعمت چلے جانے پر رونا کیوں آیا (یہ سوچ کر) سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے (یہ آنکھوں سے آنسو آجانا نہ بے صبری ہے نہ منع ہے نہ تعجب کرنے کی چیز ہے بلکہ فطری طور پر جو انسان کے دل میں رحمت اور شفقت اللہ تعالے نے رکھی ہے) یہ (اس) رحمت (کا اثر) ہے۔ اس کے بعد پھر اندر سے آپ کا دل بھر کر آیا اور) دوبارہ رونے لگے اور یوں فرمایا۔

ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی

ربنا وانا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون

(ترجمہ) بیشک آنکھوں میں آنسو ہیں اور دل میں رنج ہے اور زبان سے ہم کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو اللہ تعالے کی رضا کے خلاف ہو ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو اور تیری جدائی سے اے ابراہیم ہم کو رنج ہے۔

پھر اسی وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالے عنہ کی وفات ہوگئی ان کی وفات پر سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بچہ دودھ پیتے دنیا سے رخصت ہوگیا اور یقین جانو اس کے لیے (اللہ تعالے کی طرف سے دودھ پلانی والیاں مقرر کی گئیں) جو جنت میں دودھ پلا کر اس مدت کو

پورا کریں گی جو دودھ پلانے کی (دنیا میں) ہوتی ہے۔[1]

مدت رضاعت کی تکمیل کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بچہ اور اس کے والد مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت افزائی کے لیے خصوصی طور پر دو دودھ پلانے والیاں مقرر کی گئیں اور اس بچہ کو دنیا سے رخصت ہوتے ہی جنت میں بھیج دیا گیا۔[2] قال فی شرح المواھب وقدام الخبر (فی قولہ ان لہ ظئرین) اشارۃ الی الاختصاص ھذا المحکوبہ الخ

وفات کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچہ کی نماز جنازہ خود پڑھائی اور جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے قبہ کے پاس دفن فرمایا۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو غسل دیا تھا اور قبر میں رکھنے کے لیے حضرت فضل اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اترے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے پر تشریف فرما رہے۔ دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑک دیا گیا اور پہچان کے لیے چند سنگریزے قبر پر رکھ دیئے گئے۔ سب سے پہلے ان ہی کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔[3]

جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کا خیال تھا کہ کسی بڑے آدمی کے پیدا ہونے یا وفات پانے کی وجہ سے چاند سورج گرہن ہوتے ہیں، جس روز حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو سورج گرہن

---

[1] مسلم شریف ۱۲ [2] شرح نودی علی المسلم ۱۲ [3] اسد الغابہ و مشکوٰۃ شریف

ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ۲ دو رکعت نماز نفل بڑی لمبی پڑھائی۔ پھر جب گرہن ختم ہو گیا تو حاضرین سے فرمایا کہ چاند سورج اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ان کے (گرہن کے) ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں اور یقین جانو کہ ان کا گرہن کسی کے مرنے اور پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے۔ جب ایسا موقعہ آوے تو نماز میں مشغول ہو جاؤ اور اس حالت کے دور ہونے تک نماز میں مشغول رہو[۱]

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اپنے بچہ کی وفات کے بعد برسوں زندہ رہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال سے ان کا خرچ اٹھاتے تھے۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں یہ سلسلہ جاری رکھا حتیٰ کہ محرم سنہ ۱۶ ہجری میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازہ کی شرکت کا اتنا اہتمام کیا کہ لوگوں کو باقاعدہ خود اکٹھا کیا اور نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں[۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن ولدھا

## فائدہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس لئے

[۱] نسائی شریف و اسد الغابہ ۱۲ [۲] الھدایہ ۱۲

بھیجے گئے کہ امت کو عمل سے اور قول سے ہر طرح کی تعلیم دیں چنانچہ آپ کی زندگی میں ہر طرح کے حالات پیش آئے جو امت کے لیے نمونہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور ارشادات سے امت کو ہر شعبہ زندگی میں عمل کرنے کے لیے ایک سبق ملتا ہے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے واقعہ ہی کو لے لیجئے اس میں بہت سے احکام اور آداب ملتے ہیں

(۱) بچوں کو چومنا، چمٹانا پیار کرنا دین داری کے خلاف نہیں ہے بلکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اپنی اولاد کی خیر خبر اور دیکھ بھال کے لیے ان کے پاس جانا بھی سنت کا طریقہ ہے۔

(۲) بچوں کو ان کی ماں کے علاوہ غیر عورت سے دودھ پلوانا درست ہے

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ اکابر کے ساتھ خدام کا جانا بلکہ موقعہ کے مناسب ان سے آگے پہنچکر ان کے بیٹھنے اٹھنے اور آرام کا انتظار کر دینا درست ہے

(۴) اپنی آل اولاد یا عزیز قریب کی وفات پر دل کا رنجیدہ ہونا اور آنسوؤں کا آجانا خلاف شریعت نہیں ہے بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حالت اہل کمال کے نزدیک ان مشائخ کے حالات سے بہتر اور اکمل ہے جن کے حالات کے بارے میں منقول ہے کہ اپنی اولاد کی وفات پر ہنسے البتہ یہ نادرست اور خلاف شریعت ہے کہ کسی کے وفات پانے پر زبان سے ایسے کلمات نہ نکلے جو کفریہ کلمات ہوں اور جن سے اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہو۔ رنج اور تکلیف کے موقعہ پر بھی انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور

اس وقت بھی اس کو احکام شریعت پر عمل کرنا ضروری ہے اور آجکل کے بہت سے مرد اور عورتیں مصیبت کے وقت اپنے آپ کو بے خود سمجھکر یہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں اور کپڑے پھاڑتے اور زور زور سے روتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب و دعی بدعوی الجاهلیۃ رواہ الشیخان و فی روایۃ لهما ولفظها لمسلم مرفوعًا انا بریٔ من حلق وصلق وخرق۔

وہ ہم میں سے نہیں جو رنج وغم کے موقعہ پر منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی دہائی دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں اس سے بری ہوں جو رنج وغم میں بال منڈائے یا چلا کر روئے اور کپڑے پھاڑے۔

اللھم اجعلنا متبعین لسنۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ومھتدین بھدیہٖ واجعلنا شاکرین نعمتک مثنین بھا قابلیھا واتمھا علینا واجعلنا مفلحین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسیدنا وسندنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین،



کتبہٗ محمد نذیر گیلانی غفرلہٗ

# مسلمانوں میں ایمان اور یقین پیدا کر دینے والی کتابیں

—:★:—

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| فضائل ذکر غیر مجلد از حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہ | 2 10 0 |
| فضائل قرآن ،، ،، | 1 2 0 |
| مسنون دعائیں (مولانا عاشق الٰہی صاحب) | 0 10 0 |
| آخرت کے فکر مندوں کے پچاس قصے | 0 8 0 |
| نیک بیبیاں | 1 8 0 |
| سیرت امام اعظم (سیرت النعمان) از شبلی | 4 0 0 |
| گناہوں کا بدلہ دنیا میں (حضرت تھانوی) | 0 12 0 |
| جمال القرآن ،، ،، | 0 10 0 |
| حقوق خانہ داری ،، | 0 12 0 |
| کسب حلال و ادائے حقوق مولانا عاشق الٰہی | 0 12 0 |
| جانوروں کے حقوق | 0 5 0 |
| تاریخ مذہب شیعہ | 2 8 0 |
| پیغام بیداری (حضرت مجذوب) | 0 6 0 |
| اصلی گھر ،، ،، | 0 3 0 |
| آئینہ نماز | 2 0 0 |
| فضائل علم | 2 0 0 |
| شرح اردو اربعین نووی | 4 0 0 |
| رسالہ میراث مولانا اصغر حسین صاحب | 0 8 0 |
| شرعی پردہ | 1 8 0 |
| مسدس حالی | 1 2 0 |
| مرزائیوں کے خطرناک ارادے | 0 3 0 |
| مرزائیوں کا اصلی چہرہ | 0 2 0 |
| مرزائیوں کی خوفناک چالیں | 0 2 0 |
| نماز مترجم | 0 2 0 |
| رسالہ بے نمازاں | 0 2 0 |
| حکایات صحابہ (علاوہ ازیں) | 3 0 0 |
| حیواۃ المسلمین | 2 7 0 |
| پندنامہ محشی | 0 12 0 |
| فضائل صدقات اول | 4 0 0 |
| ،، ،، دوم | 4 8 0 |
| جنت کی نعمتیں | 1 4 0 |
| الفاروق | 6 8 0 |
| تحفہ زنانہ پنجابی (منظوم) | 0 8 0 |
| سوانح حیات مولانا روم | 1 12 0 |

نوٹ: تاجران کتب کو خاص کمیشن دیا جاتا ہے

**ناشر ناظم کتب خانہ رحیمیہ**

بیرون بوہڑ گیٹ:۔ ملتان شہر